ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

2

فروری 2003ء

ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ

امریکی پالیسیاں اور عالمی سلامتی

چلو چلو، امریکہ سے چلو!

مسلمانوں کے قبرستان میں قادیانی کی تدفین

بَربریّت یا سَربَریت

امیر المؤمنین شہید مظلوم سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

حج کے احکام ومسائل

کسووال کے مسلم قبرستان سے قادیانی مُردے کا انخلاء

اقبال اور ابوالکلام آزاد

ادارہ تحقیقات علمیہ کی عظیم پیشکش

مدرسین درس نظامی وطلبہ حدیث کیلئے نادر تحفہ

اُسعدُ المفاتیح فی حلِّ مِشکوٰۃِ المصابیح

جلد اول

چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے

افادات
استاذ العلماء رہبر صلحاء شیخ التفسیر والحدیث حضرت علامہ مولانا
ابو محمد عبد الغنی جاجروی رحمہ القوی
مؤسس: جامعہ اسلامیہ بدر العلوم حمادیہ رحیم یار خان

ترتیب وتہذیب
ابوالاسعاد یوسف جاجروی
رفیق شعبہ تصنیف وتالیف ادارہ تحقیقات علمیہ واستاذ حدیث
جامعہ اسلامیہ بدر العلوم حمادیہ رحیم یار خان

نوٹ: جلد ثانی جو کہ کتاب الطہارت وکتاب الصلوٰۃ پر مشتمل ہے عنقریب پہلی سہ ماہی میں چھپ کر منظر عام پر آرہی ہے۔ انشاء اللہ

ملنے کے پتے

کراچی
اسلامی کتب خانہ
بنوری ٹاؤن کراچی

ملتان
عتیق اکیڈمی
بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

لاہور
مکتبہ سید احمد شہید
الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

فلاحین
شرح اردو
اغراض جلالین

تکمیل سورۃ آلِ عمران
جلد سوم

عنقریب زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آرہی ہے۔ انشاء اللہ

افادات
استاذ العلماء رہبر صلحاء شیخ التفسیر والحدیث حضرت علامہ مولانا
ابو محمد عبد الغنی جاجروی رحمہ القوی
مؤسس: جامعہ اسلامیہ بدر العلوم حمادیہ رحیم یار خان

ترتیب وتہذیب
ابوالاسعاد یوسف جاجروی
رفیق شعبہ تصنیف وتالیف ادارہ تحقیقات علمیہ واستاذ حدیث
جامعہ اسلامیہ بدر العلوم حمادیہ رحیم یار خان

فتح الودود
فی حلِّ
قال ابوداؤد
مع مقدمۃ الکتاب

ترتیب وتہذیب
ابوالاسعاد یوسف جاجروی
رفیق شعبہ تصنیف وتالیف ادارہ تحقیقات علمیہ واستاذ حدیث
جامعہ اسلامیہ بدر العلوم حمادیہ رحیم یار خان

ناشر ادارہ تحقیقات علمیہ جامعہ اسلامیہ بدر العلوم حمادیہ رحیم یار خان
☎ 0731-72432

نورِ ہدایت

القرآن

''جان رکھو! دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا اور زینت (و آرائش) اور تمہارے آپس میں فخر (وستائش) اور مال واولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ طلب (وخواہش) ہے۔ (اس کی مثال ایسی ہے) جیسے بارش کہ (اس سے کھیتی اُگتی اور) کسانوں کو کھیتی بھلی لگتی ہے۔ پھر وہ خوب زور پر آتی ہے۔ پھر (اسے دیکھنے والے) تو اس کو دیکھتا ہے کہ (پک کر) زرد پڑ جاتی ہے۔ پھر چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں (کافروں کے لیے) عذاب شدید اور (مومنوں کے لیے) خدا کی طرف سے بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی تو متاعِ فریب ہے۔'' (سورۃ الحدید: ۲۰)

الحدیث

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن آدمی کے پاؤں جنبش میں نہ آئیں گے، جب تک اس سے یہ پانچ باتیں دریافت نہ کر لی جائیں گی۔ اس سے پوچھا جائے گا کہ اپنی عمر کو کس کام میں صرف کیا۔ اپنی جوانی کس کام میں ختم کی۔ مال کیونکر کمایا اور کیونکر خرچ کیا اور جو علم حاصل کیا اُس کے موافق کیا عمل کیا تھا۔'' (ترمذی)

علم وادب

''ایک صبح یورپ سے واپس آتے ہوئے، قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سامنے آ گئی:

''خدایا! حرم کعبہ کے اہالی کو پھلوں سے رزق عنایت فرما!''

طبیعت بے حد متاثر ہوئی۔ چار ہزار سال اس دعا کو گزر چکے ہیں۔ اس کی مقبولیت ایک بدیہی حقیقت بن چکی ہے۔ تمام اسلامی ملک جو حرم کعبہ سے وابستہ ہیں، پھلوں سے لدے پھندے ہیں۔ لیکن یورپ اور امریکہ پھلوں کی اس بوقلمونی اور اس فراوانی سے محروم ہیں۔'' (علامہ اقبالؒ۔ عرشی۔ ملفوظات)

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

Regd:M.No.32

جلد ۱۴ شمارہ ۲ فروری ۲۰۰۳ء ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ

بانی

ابن امیرشریعت خطیب بنی ہاشم محسن احرار
سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بیاد

سیدالاحرار حضرت امیرشریعت
سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

زیرسرپرستی

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

ابن امیرشریعت حضرت پیرجی
سید عطاء المہیمن بخاری

مدیرمسئول

سید محمد کفیل بخاری

رفقاءِ فکر

چودھری ثناء اللہ بھٹہ
پروفیسر خالد شبیر احمد
عبداللطیف خالد چیمہ
سید یونس الحسنی
مولانا محمد مغیرہ
محمد عمر فاروق

زرتعاون سالانہ
اندرون ملک 150 روپے
بیرون ملک 1000 روپے پاکستانی
فی شمارہ: 15 روپے

ناشر

سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

مقام اشاعت

دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

فون: 061-511961

تشکیل

دل کی بات:	اداریہ	مدیر	۳
افکار:	امریکی پالیسیاں اور عالمی سلامتی	سید یونس الحسنی	۵
// //	چلو چلو، امریکہ سے چلاو	محمد احمد حافظ	۹
// //	نشانیاں	اختر تزئین	۱۲
شاعری:	حج بیت اللہ (حضرت سید ابوذر بخاریؒ) داستانِ احرار (پروفیسر خالد شبیر احمد)		۱۵
// //	مینارۂ نور (سید کاشف گیلانی) حسنِ بہار (خادم حسین)		
دین ودانش:	حج کے احکام ومسائل	مولانا عبدالمجید	۱۹
شخصیات:	امیرالمؤمنین، شہید مظلوم سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ	عبدالرحمٰن جامی نقشبندی	۲۶
// //	اقبال اور ابوالکلام آزاد	قاضی افضل حق قرشی	۲۸
ردّ قادیانیت:	مسلمانوں کے قبرستان میں قادیانی کی تدفین؟	مفتی محمد فرید	۳۶
// //	اکابرِ اسلام اور قادیانیت (قسط ۱۲)	پروفیسر خالد شبیر احمد	۳۸
نقد ونظر:	"عالم دین" کہلانے کا شوق اور اس کی تکمیل کے اسباب	ثناء اللہ سعد شجاع آبادی	۴۳
کہانی:	"شہر میں آکر پڑھنے والے بھول گئے"	شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی	۴۷
تحقیق:	"بربریت" یا "سربریت"	محمد عارف ایاز	۴۹
انتخاب:	حاصل مطالعہ	ساغر اقبالی	۵۰
مکتوب:	سید ذوالکفل بخاری بنام شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی		۵۳
طنز ومزاح:	زبان میری ہے بات ان کی	عینک فریبی	۵۵
حُسن انتقاد:	تبصرۂ کتب	ابوالادیب	۵۷
اخبار الاحرار:	مرکزی مجلس عاملہ کا اجلاس	ادارہ	۶۰
// //	امیر مرکزیہ ودیگر رہنماؤں کے بیانات وتنظیمی سرگرمیاں		
ترحیم	قافلۂ آخرت	ادارہ	۶۳

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبۂ تبلیغ) مجلس احرار اسلام پاکستان

امریکی جارحیت اور عالم اسلام

عالم اسلام ہمیشہ امریکی جارحیت کا شکار رہا ہے۔ جس مسلمان ملک نے اپنی آزادی، خودمختاری، سلامتی اور وقار کے تحفظ کیلئے آواز بلند کی، امریکہ نے اُسے کچلنے کیلئے دہشت گردی اور تشدد کے تمام حربے آزمائے۔ الجزائر، انڈونیشیا، سعودی عرب، افغانستان اور عراق اس کی زندہ مثالیں ہیں۔ احمد بن بیلا، سوئیکارنو، شاہ فیصل اور ملا محمد عمر کو صرف اس بات کی سزا ملی کہ انہوں نے امریکی احکامات کی بجاآوری سے انکار کر دیا تھا۔ بھٹو اور ضیاء الحق دونوں نے جب پاکستان کو معاشی، اقتصادی اور دفاعی شعبوں میں خودکفیل کرنے کی کوشش کی تو وہ ''امریکی دوستی'' کا شکار ہوگئے۔ خاص طور پر پاکستان کا ایٹمی قوت کے طور پر ابھرنا امریکہ کو کسی صورت قبول نہیں۔ ہماری دانست میں فرنٹ لائن اسٹیٹ کے صدر بھی اپنی تمام تر خدمات کے باوجود امریکی عتاب سے بچ نہیں سکیں گے۔ افغانستان میں اسلامی حکومت کے خاتمے کے بعد اب عراق امریکہ کا تازہ شکار ہے۔ عرب دنیا میں دفاعی قوت کے لحاظ سے عراق مضبوط ترین ملک ہے اور تیل کی دولت سے مالا مال ہے۔ امریکہ کے نزدیک یہی اس کا جرم ہے۔ ۱۹۳۵ء میں سعودی عرب نے تیل نکالنے کے لیے امریکہ کے ساتھ نوے سالہ معاہدہ کیا تھا۔ آج امریکہ، خلیج اور دیگر عرب ممالک سے بزورِ طاقت تیل نکال کر انہیں کنگال کر رہا ہے۔

امریکی وزیر خارجہ کولن پاؤل نے دھمکی دی ہے کہ ''امریکہ عراق پر ایٹمی حملہ بھی کر سکتا ہے۔'' عراق پر ممکنہ امریکی حملے کے حوالے سے پوری دنیا میں امریکی جارحیت کے خلاف تاریخی مظاہرے ہوئے ہیں۔ جرمنی، فرانس، برطانیہ اور خود امریکہ میں عراق پر ممکنہ حملے کے خلاف ہزاروں نہیں، لاکھوں افراد نے مظاہرہ کیا ہے اور امریکہ سے جنگی جارحیت بند کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ مگر بش پر جنگی جنون سوار ہے۔ ادھر چین، فرانس، ایران، عرب لیگ اور برازیل نے عراق کے مسئلے کو سیاسی طور پر حل کرنے کا مطالبہ کیا ہے اور امریکہ کے جنگی مؤقف کی حمایت نہیں کی۔ عراق کے ساتھ ساتھ امریکہ نے شمالی کوریا کو بھی دھمکیاں دیں لیکن تُرت جواب ملنے پر ہوش ٹھکانے آگئے۔ اور کولن پاؤل نے کہا کہ ''امریکہ، شمالی کوریا سے جنگ نہیں، مذاکرات چاہتا ہے۔'' جو ملک قومی وحدت اور سیاسی قوت کا حامل ہو، اس کو ڈرانا، دھمکانا اور ختم کرنا آسان نہیں ہوتا۔ پاکستان اور بھارت کے معاملے کو ہی لیجیے۔ بھارت اور پاکستان میں متعین امریکی سفیروں کی بولی ایک ہے۔ گزشتہ دنوں پاکستان میں امریکی سفیر نینسی پاؤل نے کہا کہ ''پاکستان سرحد پار دراندازی روکے اور دہشت گردی کے لیے پلیٹ فارم نہ بنے''۔ یہی بات بھارت میں امریکی سفیر رابرٹ بلیک ول نے دہلی میں خطاب کرتے ہوئے کہی ہے کہ ''بھارت اور امریکہ دونوں کو دہشت گردوں اور سرکش ریاستوں سے خطرہ ہے۔ انسدادِ دہشت گردی کی جنگ میں امریکہ اور بھارت آخر تک ساتھ ہوں گے۔ ہماری خواہش ہے کہ پاکستان سے دراندازی کا مکمل خاتمہ ہو۔'' (روزنامہ ''جنگ'' ۲۸ جنوری ۲۰۰۳ء)

افغانستان کی تباہی میں فرنٹ لائن اسٹیٹ بننے کے باوجود ہمارے حکمران اس امریکی و بھارتی الزام سے چھٹکارا حاصل نہ کر سکے۔ بلکہ صلے کے طور پر وطن عزیز شدید امریکی دباؤ اور شکنجے میں ہے۔ایف بی آئی نے پورے ملک کو یرغمال بنا رکھا ہے۔کشمیر کے مسئلہ پر امریکہ بھارت کا حامی ہے۔افغان جنگ میں تعاون کے صلے میں امریکی امداد کا وعدہ جھانسہ ثابت ہوا۔۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگوں میں بھی امریکہ نے پاکستان کا ساتھ نہیں دیا۔کولن پاؤل کا تازہ بیان منافقت اور مسلم دشمنی کا شاہکار ہے۔انہوں نے کہا ہے کہ ''امریکہ پاکستان اور بھارت کو مذاکرات کی میز پر لانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا لیکن دونوں میں سے کسی پر دباؤ نہیں ڈال سکتا اور نہ ہی ثالثی کرسکتا ہے۔کیونکہ یہ پاکستان اور بھارت کا داخلی معاملہ ہے۔'' (روزنامہ ''خبریں'' ۲۷ر جنوری ۲۰۰۳ء)

ملاحظہ فرمائیں کہ امریکہ کو پاکستان اور بھارت کے داخلی معاملات کا کتنا شدید احساس ہے؟ مگر عراق اور افغانستان کے داخلی معاملات گویا امریکہ کے داخلی معاملات ہیں۔امر واقعہ یہ ہے کہ امریکہ پاکستان کے اندرونی معاملات میں نہ صرف مداخلت کر رہا ہے بلکہ شدید دباؤ بھی ڈال رہا ہے۔یہی وہ دباؤ تھا جسے قبول کر کے ہم نے ایک ٹیلی فون کال سننے کے بعد پوری قوم کے علی الرغم اپنے افغان بھائیوں کے قتل میں شریک ہونے کا فوری فیصلہ کرلیا۔اور نوبت بایں جا رسید کہ نینسی پاؤل پاکستان کے اندر بیٹھ کر پاکستانیوں کو ڈرا دھمکا بھی رہی ہے اور ڈکٹیشن بھی دے رہی ہے۔ادھر امریکہ میں پاکستانیوں کی رجسٹریشن کا معاملہ انتہائی تشویش ناک صورت اختیار کر گیا ہے۔وزیر خارجہ خورشید محمود قصوری کو مجبور ہو کر بادل نخواستہ پھر اسلام اور مسلمانوں کا سہارا لینا پڑا ہے۔انہوں نے گزشتہ دنوں واشنگٹن میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ''رجسٹریشن کا نشانہ مسلم اقوام ہیں۔آرمینیائی باشندوں کا استثنٰی کیوں؟ کیا یہ سمجھ لیا جائے کہ یہ امتیاز مذہب کی بنیاد پر برتا جارہا ہے۔'' (روزنامہ ''خبریں'' ۲۷ جنوری ۲۰۰۳ء) وزیر خارجہ کا بیان حکومتِ پاکستان کی پالیسی ہے۔ہمیں خوشی ہے کہ ۱۱ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد حکومت پاکستان نے جو پالیسی اختیار کی تھی آج خود اس کی نفی کر رہی ہے۔اسے حالات کا جبر کہہ لیجیے، حکمرانوں کی ''دانش'' یا امتِ مسلمہ کے مؤقف کی سچائی بہر حال واپسی شروع ہے۔

وزیر اعظم جمالی نے متحدہ عرب امارات کے دورے میں شیخ زید سے ملاقات کے بعد کہا کہ ''جنگ خطرناک ہوگی۔ہم عراق سے دور ہیں، مسلمانوں سے نہیں۔'' (روزنامہ ''جنگ'' ۲۷ جنوری ۲۰۰۳ء) سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم افغانستان سے کتنے دور تھے؟ اور کتنے دور ہو گئے ہیں؟ اگر دوریاں ہی پیدا کرنی ہیں تو پھر ہم مسلمانوں سے بھی قریب نہیں۔۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ ''امت مسلمہ جسدِ واحد ہے۔'' آپ عراق کی تکلیف کو پاکستان کی تکلیف سمجھیں۔او آئی سی کو متحرک کریں۔اپنے ملک میں سیاسی استحکام پیدا کریں اور عالم اسلام کو امریکی جارحیت کے نرغے سے نکالنے کے لیے مؤثر کردار ادا کریں۔پاکستان کو ایک بار پھر ''فرنٹ لائن سٹیٹ'' بننے پر مجبور کیا جارہا ہے۔اور عراق سے پہلے پاکستان کی باری آگئی ہے۔''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ لگانے والے سوچ لیں اس طرز عمل سے وطن عزیز کا کیا حشر ہوگا؟

سید یونس الحسنی

امریکی پالیسیاں اور عالمی سلامتی

پاکستانی سرحد کے اندر امریکی بمباری سے سیاسی دانشوروں کے قلوب واذہان میں بہت سے خدشات نے جنم لے کر اسے ان دنوں ہر طبقہ فکر میں موضوع بحث بنا دیا ہے‘ جس سے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے عزائم ہر چھوٹے بڑے پر عیاں ہونے لگے ہیں۔ پوری دنیا اس وقت سلامتی کے حوالے سے شدید تشویش میں مبتلا ہے۔ افغانستان میں الجھاؤ، عراق سے ٹکراؤ، شمالی کوریا اور پاکستان پر فضول دباؤ نے ایشیاء کی فضا کو بری طرح مسموم کر دیا ہے۔ کوریا کی جنگ میں ہزیمت تادم تحریر امریکہ کے سینے کا بھاری پتھر بنی ہوئی ہے۔ وہ ہر قیمت پر اس کا مداوا چاہتا ہے۔ لیکن وہاں کے موجودہ صدر اور عوام نے ایسا موقف اختیار کیا جو آزاد اور خود مختار قوموں کے شایان شان ہونا ہے۔ ادھر وطن عزیز کی فضائی حدود پامال کرنے پر ہمارے کسی بڑے نے دوٹوک انداز میں احتجاج کی جرأت نہیں کی۔ ملک بھر میں مذمتی قراردادوں کے بعد وزیر داخلہ نے بیان دیا

> ’’ایسی کوئی گنجائش یا قانونی جواز موجود نہیں کہ امریکی فوج آپریشن کے دوران پاکستانی علاقے میں حملہ آوروں کا تعاقب کرے۔ ہماری ایسی کوئی پالیسی نہیں ہے۔ انہوں نے یہ بات زور دے کر کہی کہ حملہ آوروں کا پاکستانی علاقوں میں تعاقب کرنے کی اجازت دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔‘‘

جواباً امریکی فوجی ترجمان نے انتہائی منافقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بی۔52 طیاروں کی کارروائی کو غلط فہمی پر مبنی قرار دیا اور پاکستان کی طرف سے دہشت گردوں کے خلاف کھلی معاونت کی تعریف کرتے ہوئے اسے فرنٹ لائن سٹیٹ قرار دیا مگر چند گھنٹوں بعد ہی پالیسی بیان دے کر اپنے عزائم واضح کر دیئے۔ امریکن سفیر نے ان کی ہاں میں ہاں ملائی، الفاظ کا تیکھا پن ملاحظہ فرمایئے:

> ’’امریکہ کو حق حاصل ہے کہ وہ دہشت گردوں کیخلاف کارروائی کرتے ہوئے کسی بھی ملک کی سرحدوں کے اندر ان کا تعاقب جاری رکھے۔ پاکستان کو معلوم ہونا چاہیے کہ حملہ آوروں کا تعاقب کرتے ہوئے پاکستانی سرحد پر آ کر رک جانا امریکی فوج کے لیے کسی بھی طرح ممکن نہیں۔ وہ کسی بھی وقت کہیں بھی تعاقب کا پورا حق رکھتی ہے۔‘‘

صورت حال کی گھمبیرتا کا اندازہ کیجیے! یہ کس قدر انہونیوں اور ناگفتنیوں کا پتہ دے رہی ہے۔ جنرل پرویز نے

امریکہ کی لاجسٹک سپورٹ کے نام پر جو کھیل کھیلا' اُس نے صرف پاکستان ہی نہیں پوری مسلم دنیا کی سلامتی و بقا کو ہولناک خطرات سے دوچار کر دیا ہے۔ سردست عراق دشمنوں کا ہدف اوّل ہے۔ اپنوں کی نابکاری نے عراق کا آزاد ریاست کے طور پر قائم رہنا محال کر دیا ہے۔ سوڈان اور سعودی عرب بھی ان کی ہٹ لسٹ پر ہیں۔ خود پاکستانی نیوکلیر پاور نابود کرنا ان کے عزائم کا حصہ ہے۔ صاحبانِ بصیرت روزِ اوّل ہی سے جنرل صاحب کی پالیسیوں پر بہت سے تحفظات و خدشات کا اظہار کرتے آرہے ہیں مگر جناب صدر نے انہیں پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہ دی۔ وہ اپنی دھن میں مگن ہالی وڈ کا تخلیق کردہ پاپ سانگ واشنگٹن کی تراشیدہ لَے میں گا کر اپنے تئیں قوموں کی برادری میں معتبر ثابت کرنے کی مضحکہ خیز کوشش کرتے رہے۔ اب وہ کسی سے آنکھیں ملا کر بات کرنے کے قابل نہیں رہ گئے اور کھسیانی بلی کی طرح مسلسل کھمبا نوچ رہے ہیں۔ پاک افغان بارڈر پر ہونے والے فکر انگیز سانحے پر بھی وہ تاحال منقارِ زیر پر ہیں۔ وزیر دفاع و داخلہ کے بیانات کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔ وہ تو امریکی فوجی ترجمان نے بعینہٖ واپس ان کے منہ پر دے مارے ہیں۔ بے اختیار وزیر اعظم کے منہ میں تو لگتا ہے کہ زبان ہی نہیں۔ ملک میں صرف سرحد اسمبلی نے باوقار قرارداد مذمت پاس کر کے کچھ مطالبات کئے ہیں جس پر فی الحقیقت وہ لائق ہزار تبریک و تحسین ہے۔ اس کی قرارداد اور مطالبات نے ملک بھر کے تمام طبقات میں ایک حوصلہ افزا کیفیت پیدا کی ہے جس کے زیر اثر متحدہ مجلس عمل نے امریکہ کی پالیسیوں کے خلاف ہر جگہ زبردست احتجاجی ریلیاں نکالیں اور لوگوں نے ٹوٹ کر اپنے دلی جذبات کا اظہار کیا ہے۔

امریکی صدر بش نے پھر اعلان کیا ہے کہ ان کی افواج عراق پر حملہ کرنے کے لیے خلیج میں مکمل تیاری کی حالت میں ہیں اور عراق کو مکمل طور پر غیر مسلح کرنا' امریکہ کی سلامتی اور اسرائیل کی حفاظت کے لیے ضروری ہے۔ ان کی اس بات سے چند نکات مترشح ہو کر ہر سمجھدار کے دل و دماغ پر کئی پیچیدہ سوالات کا ذخیرہ چھوڑ گئے ہیں' جن میں ان کے مکروہ عزائم و اہداف پنہاں ہیں۔ مثلاً:

- عراق ایسا بے دست و پا ملک امریکہ ایسے جابر و قاہر ملک کے لیے کیونکر خطرہ بن سکتا ہے؟
- ہر آزاد ملک کو اپنی خودمختاری کی حفاظت کے لیے فوج اور ہتھیار رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے' جیسے خود امریکہ کو تو عراق پر پابندی کیوں؟
- پاکستان پر ایٹمی پروگرام رول بیک کرنے پر زور کیوں جبکہ ہمسایہ بھارت کو خود امریکہ بھرپور مدد دے رہا ہے اور روس ایٹمی معاونت کر رہا ہے۔
- سوڈان اور سعودی عرب سے امریکہ کو کیا خوف لاحق ہے اور کیوں؟
- امریکہ مسلم ممالک کی بجائے اسرائیل کی مدد کیوں کرتا ہے؟ اسے دہشت گردی سے کیوں نہیں روکتا؟

○ کیا امریکی سلامتی کی جنگ لڑنا پوری دنیا کی ذمہ داری ہے؟

○ دیگر ممالک کی سلامتی کے تحفظ کی امریکہ کیا ضمانت دے سکتا ہے؟

○ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف امریکی اتحادی بن کر پاکستان مختلف النوع خطرات میں کیوں گھر گیا ہے؟

○ مسٹر بش عالمی برادری میں سر اونچا کر کے چلنے والے ہر ملک کو امریکی سلامتی کے لیے خطرہ کیوں سمجھتے ہیں؟

○ افغانستان پر حملہ کے لیے مسٹر بش نے فی الفور ''کروسیڈ'' کا لفظ کیوں استعمال کیا؟

یہ بات اپنی جگہ حقیقت نفس الامری ہے کہ جارج ڈبلیو بش امریکہ کے اس اکثریتی طبقے سے تعلق رکھتے ہیں جو ''اسکوفیلڈ بائیبل'' پر ایمان رکھتا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے ''خدا امریکہ پر اس لیے مہربان ہے کہ وہ یہودیوں کی حفاظت کرتا ہے۔'' امریکہ میں نوے (۹۰) سے زیادہ ٹی وی چینلز اور بے شمار ریڈیو اسٹیشنز اسی مذہب کے پادریوں کی اشتعال انگیز تقاریر نشر کرتے رہتے ہیں، جن میں اصرار کے ساتھ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ خیر و شر کی آخری جنگ ہے۔ مسلمان سرتاپا شر اور عیسائی و یہودی مکمل خیر ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کا دنیا سے مٹ جانا ہی بہتر ہے۔ سابق امریکی صدور بھی ایسے ہی غلیظ خیالات رکھتے تھے۔ مثال کے طور پر:

○ صدر ریگن نے عیسائی پادریوں سے ایک ملاقات میں سلطنت روما کی تجدید نو اور اسلام کے خاتمے کی خوشخبری سنائی۔

○ جمی کارٹر نے کہا تھا کہ اسرائیل بائیبل کی تکمیل ہے اور حضرت عیسیٰ کی آمد کے لیے قبۃ الصخریٰ کا (نعوذ باللہ) گرانا ضروری ہے۔

○ امریکی صدر بش اوّل نے کہا تھا کہ دھرتی سے مسلمانوں کا خاتمہ اور مسجد اقصیٰ گرا کر عیسائیوں اور یہودیوں کا ملک ہیکل سلیمانی بنانا لازم ہے۔

موجودہ صدر بش اپنے بڑوں کے نقوش پا کو سینے سے لگائے ہوئے ہے۔ وہ اپنے عقائد کے تحت یہ سب کام جلد از جلد کر گزرنا چاہتا ہے۔ وہ پاگل نہیں، ہوش مند ہے۔ اسی لیے افغانستان پر حملہ کرتے وقت اس نے سوچ سمجھ کر اپنے ایمان کے عین مطابق کروسیڈ (صلیبی جنگ) کے الفاظ کہے۔ انہی گمراہ کن عقائد کا کرشمہ ہے کہ وہ دنیا بھر میں ابھرنے والی طاقتوں بالخصوص ایسے مسلمان ممالک جہاں کلی یا جزوی طور پر اسلامی نظام کا نفاذ کیا گیا ہو۔ امریکی سلامتی اور یہودیوں کی بقا کے خلاف سمجھتا ہے۔ اس کا منصوبہ ہے کہ بعض مسلم ممالک کو حیلے بہانوں سے تقسیم در تقسیم کا شکار کر دیا جائے۔ انڈونیشیا کے تیمور سے اس کا آغاز ہو چکا۔ یورپی ممالک کی تجزیاتی رپورٹوں کا بنظرِ غائر مطالعہ کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ مستقبل میں تین نئی عیسائی اور تین نئی مسلم ریاستیں قائم کی جائیں گی جو کچھ اس طرح ہوں گی:

○ جنوبی سوڈان، شمالی مصر اور جنوبی لبنان۔ تین عیسائی ریاستیں

○ شمالی عراق کو کرد اور جنوبی عراق کی شیعہ ریاستیں

○ سعودی عرب کے مشرقی حصہ پر مشتمل نئی ریاست

علاوہ ازیں ایشیائی معدنی ذخائر و وسائل خصوصاً تیل کے چشموں پر برق رفتار جبری قبضہ کرنا اور پاکستان کی ایٹمی صلاحیت ختم کرنا بھی تازہ صلیبی جنگ کے مقاصد میں شامل ہیں۔ تعجب ہے، دنیا بھر کے راسخ العقیدہ لوگوں کو بنیاد پرستی اور انتہا پسندی کے طعنے دینے والا بش خود اس قدر انتہا پسر ہے کہ اپنے غلط سلط عقائد کا بھرپور پرچار کر رہا ہے۔ اُن پر عمل درآمد کے لیے بے طرح باؤلا ہوا جا رہا ہے۔ جبکہ جنرل پرویز نے بظاہر دہشت گردی کے خلاف مگر باطناً صلیبیوں کا حامی ہو کر وطن عزیز میں علماء کی تقاریر پر غیر ضروری قدغن لگائی اور مدارس عربیہ پر دھاوا بولا۔ یہی حال عرب حکمرانوں کا ہے، وہ بالکل ناکارہ ہو چکے ہیں۔ امریکہ کے باجگزار بن کر اس کی حمایت بھی کرتے ہیں اور عراق پر حملے کی مخالفت بھی۔ ہمارے حکمرانوں کی اسی منافقت شعاری اور دین بیزاری نے یہ برے دن دکھائے ہیں کہ پوری امت مجموعی طور پر بے حسی اور بے حمیتی کی دبیز چادر اوڑھے ہوئے ہے۔ مسلم ممالک تنکا تنکا بکھرے ہوئے ہیں۔ جبکہ عیسائیوں نے اہل اسلام کی تباہی اور سلطنت روما کی تجدید نو کیلئے یورپی یونین قائم کر لی ہے۔ وہ اسی لئے بسیار کوشش کے باوجود ترکی کو رکنیت نہیں دے رہے حالانکہ ترکی ان کے مطالبے پر مکمل بے دین ہو چکا ہے۔ ستم تو یہ ہے ہمارے جنرل پرویز بھی اتاترک کو آئیڈیل مانتے ہیں۔ اسی راستے پر چل کر انہوں نے جہاد کے خاتمے کی نامشکور سعی کی اور میڈیا کو بے لگام کر دیا۔ فن کے نام پر کام کرنے والیوں نے بے حیائی و بے شرمی کے نئے ریکارڈ قائم کئے ہیں جن پر کوئی چیک نہیں لیکن علماء پر پابندی کہ ''قنوت نازلہ'' بھی نہ پڑھ سکیں۔ یہ عذاب الٰہی کو کھلی دعوت نہیں تو اور کیا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار!

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان

☆ دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان ☆ 27 فروری 2003ء بروز جمعرات، بعد نماز مغرب

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی **سید عطاء المہیمن بخاری** دامت برکاتہم (امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

نوٹ: رات قیام کرنے والے حضرات بستر ہمراہ لائیں۔

الداعی: سید محمد کفیل بخاری ناظم جامعہ معمورہ، دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان فون: 061-511961

محمد احمد حافظ

چلو چلو امریکہ سے چلو

زیادہ دن نہیں گزرے، جب پاکستان کی ہر سرکاری عمارت خصوصاً ڈاک خانوں کے باہر امریکن ویزا لاٹری والے پڑا جمائے بیٹھے ہوتے تھے۔ لوگ دھڑا دھڑ ان سے ویزا لاٹری فارم خریدتے اور خود پُر کر کے یا کسی پڑھے لکھے سے پُر کروا کے امریکن قونصلیٹ روانہ کر دیتے تھے۔ کئی لوگوں کی لاٹریاں نکلیں، انہوں نے پیارے وطن اور پیارے رشتے دار چھوڑے، کھلی آنکھوں میں ڈالروں کے ڈھیر بسائے اور دماغوں میں روشن مستقبل کے خیالات جمائے، امریکہ جا دھمکے، یوں جیسے خالہ جی کے گھر آ گئے ہوں، مگر اب ان پر کیا بیت رہی ہے؟ اس بارے میں اخبارات اور ذرائع ابلاغ میں جو رپورٹیں آئی ہیں، ان کے مطابق امیگریشن والے کچھ اس قسم کے سوالات پوچھتے ہیں:

- آپ جمعہ کی نماز کس مسجد میں پڑھتے ہیں؟
- کیا وہاں جہاد پر وعظ ہوتا ہے؟
- کیا آپ جہاد کو صحیح سمجھتے ہیں؟
- کس مذہبی جماعت سے تعلق ہے؟
- کیا آپ نے کسی مذہبی یا فلاحی ادارے کو چندہ دیا؟
- کیا آپ نے فلسطین، کشمیر یا افغانستان کی جہادی تنظیموں کی حمایت کی ہے؟

یہ وہ سوالات ہیں جو "امیگریشن اینڈ نیچرلائزیشن سروس" (آئی۔این۔ایس) کے حکام کے سامنے پیش ہونے والے مسلمانوں سے کئے جاتے ہیں۔ مگر ان سوالات کا طومار یہیں نہیں رک جاتا بلکہ ان سے اس قسم کے سوالات بھی پوچھے جاتے ہیں کہ:

"انہوں نے اپنا بچپن کہاں گزارا؟ کن اداروں میں اور کہاں تعلیم حاصل کی؟ تعلیم کے دوران کسی قسم کی طلبہ تنظیموں سے تعلق رہا؟ والدین کی مذہبی اور سیاسی وابستگی کیا ہے؟ امریکہ آنے سے قبل وہ کن ممالک میں رہے؟ امریکہ میں کن تنظیموں سے وابستہ رہے؟ وغیرہ، وغیرہ۔ مزید براں مسلمانوں سے ان کی شادی، ذاتی دوستوں اور قریبی تعلق رکھنے والے افراد کے بارے میں بھی سوال کیے جاتے ہیں۔"

بی بی سی نے اپنی ویب سائٹ پر رجسٹریشن کے لیے جانے والوں کے متعلق تھوڑا تفصیلی حال نشر کیا ہے۔ بی بی سی

کے نمائندے انور اقبال کی رپورٹ کے مطابق:

امریکی حکام نے مسلم تنظیموں پر واضح کر دیا ہے کہ پاکستانی تارکین وطن کو امیگریشن قوانین کی معمولی نوعیت کی خلاف ورزی پر بھی حراست میں لیا جاسکتا ہے۔ امریکی حکام نے یہ بات چھ مسلم تنظیموں کے ساتھ امیگریشن اینڈ نیچرلائزیشن کے ہیڈکوارٹرز پر ہونے والی ایک ملاقات میں کہی۔ ''نیشنل کونسل آف پاکستانی امریکن'' کے صدر فیض الرحمن نے بی بی سی اردو ڈاٹ کام کو بتایا کہ حکومت کی رجسٹریشن پالیسی سے ایک سے ڈیڑھ لاکھ پاکستانیوں کے متاثر ہونے کا امکان ہے۔ ان کے مطابق جب وہ یہ بات ملاقات کے دوران امریکی حکام کے نوٹس میں لائے تو وہ بہت حیران ہوئے کیونکہ ان کا اندازہ تھا کہ صرف بیس ہزار پاکستانی اس پالیسی کی زد میں آتے ہیں۔ یاد رہے کہ اگرچہ غیر ملکی تارکین وطن کے اندارج کا کام تو گزشتہ ماہ شروع ہوا تھا لیکن پاکستانی تارکین وطن کی رجسٹریشن کا کام ۱۳ جنوری سے شروع ہوا اور ۲۱ فروری تک جاری رہے گا۔ ملاقات کے بعد پاکستانی مندوبین نے اس خدشے کا اظہار کیا کہ حکومت کی رجسٹریشن پالیسی سے ان ہزاروں پاکستانی تارکین وطن کے بھی متاثر ہونے کا اندیشہ ہے جو کلنٹن انتظامیہ کی طرف سے اعلان کردہ عام معافی کی پیش کش سے فائدہ اٹھانے کی امید لگائے بیٹھے ہیں۔ ان پاکستانی گروپوں نے امریکی حکام سے ملاقات کے بعد اخبارنویسوں کو بتایا کہ محکمہ امیگریشن کے اہلکار پاکستانیوں کو کوئی رعایت دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ قانون کے مطابق جو تارکین وطن بھی اندارج کے لیے آئیں گے، ان کے فنگر پرنٹس اور تصاویر بھی لی جائیں گی۔ اس کے ساتھ ہی انہیں انٹرویو بھی دینا ہوگا۔

امیگریشن اینڈ نیچرلائزیشن کے کمیونٹی پروگرام کی قائم مقام ڈائریکٹر جینا ایونز نے پاکستانی کمیونٹی کے نمائندوں کو بتایا کہ:

> ''ان کا محکمہ ان لوگوں کے ساتھ نرمی نہیں برت سکتا جو غیر قانونی تارکین وطن کے زمرے میں آتے ہیں یا جن سے امیگریشن قوانین کی معمولی نوعیت کی خلاف ورزیاں سرزد ہوئی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایسے افراد کو حراست میں لے لیا جائے گا اور ان کے خلاف قانونی کارروائی شروع ہوگی۔ جس کا نتیجہ ان کی ان کے اپنے ملکوں کو واپسی یا ڈیپورٹیشن کی صورت میں ہوسکتا ہے۔ جب ان سے غیر قانونی تارکین وطن آؤٹ آف سٹیٹس (Out of States) افراد کی تعریف سے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا انٹرویو لینے والا افسر ہر کیس کا فیصلہ میرٹ پر کرے گا۔ انہوں نے خبردار کیا کہ جن افراد کی درخواستیں آئی این ایس کے پاس زیرغور ہیں، ان کو بھی تکنیکی بنیادوں پر آؤٹ آف سٹیٹس قرار دیا جاسکتا ہے۔ ان کے محکمے نے لاس اینجلس میں حاصل ہونے

والے تجربے سے بہت کچھ سیکھا ہے' جہاں اندارج کے لیے آئے ہوئے کئی سو ایرانیوں کو حراست میں لے لیا گیا تھا۔''

ایسے عالم میں جبکہ سورج نکلنے سے قبل درجہ حرارت منفی چار ڈگری سنٹی گریڈ تک گر چکا ہوتا ہے۔ آئی این ایس کی عمارت کے باہر بڑی تعداد میں لوگ موہوم امیدیں لیے اور انجانے وسوسوں میں گھرے منہ سے بھاپ اڑاتے اور سرگوشیاں کرتے ہوئے لمبی قطار لگا کر کھڑے ہوتے ہیں۔ اگرچہ حکومت پاکستان ہم وطنوں سے رعایت کے لیے اپنی سی کوشش کر رہی ہے مگر بظاہر بہتری کے امکان کم ہی نظر آ رہے ہیں۔ پاکستان کے وزیر خارجہ خورشید قصوری نے امریکہ سے احتجاج کرتے ہوئے کہا ہے کہ امریکہ پاکستانیوں کی رجسٹریشن بند کرے مگر ان کے امریکی ہم منصب کولن پاؤل نے خورشید قصوری صاحب کو ٹکا سا جواب دے دیا ہے کہ رجسٹریشن کے لیے پابند کیے جانے والے ممالک کی فہرست سے پاکستان کو خارج نہیں کر سکتے۔ اس جواب سے امریکہ میں مقیم پاکستانیوں کی تشویش میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔ امریکی حکام پاکستانیوں کے ساتھ انتہائی ذلت آمیز سلوک روا رکھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے امریکہ میں ایک پاکستانی صحافی کے بیٹے عثمان غنی کو ملک بدر کر دیا ہے' محض اس جرم میں کہ اس نے ایک پریس کانفرنس کے دوران سوال کر لیا تھا کہ ''جب پاکستان دہشت گردی کے خلاف مہم میں امریکہ کا مخلص معاون ہے تو امریکہ کیوں پاکستانیوں کی رجسٹریشن کر رہا ہے؟'' برسوں سے امریکہ میں آباد پاکستانی خوف اور دہشت کے عالم میں ہیں' وہ لوگ جو بھلے دنوں کی آس لگائے امریکہ گئے تھے کہ محنت مزدوری کر کے اپنا اور اپنے گھر والوں کا پیٹ بھر سکیں' اب امریکہ سے بوریا بستر باندھنے کا سوچ رہے ہیں۔ لگتا ہے کہ کل تک جو لوگ ''چلو چلو امریکہ چلو'' کا ورد کر رہے تھے' اب امریکیوں کے ناروا سلوک کی وجہ سے 'چلو چلو امریکہ سے چلو'' کا نعرہ لگانے لگیں گے۔

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس

تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان فون: 0641-462501

اختر تزئین

نشانیاں

قہر ٹوٹے گا اور اس طرح ٹوٹ کر برسے گا کہ نام نہاد فرنٹ لائن کے تمام بند بہالے جائے گا۔ جسے نوح کی کشتی پکڑنا ہے، وہ اس ظلم کو بزور بازو روکے۔اتنی سکت نہ ہو تو زبانی احتجاج کرے۔ یہ بھی ممکن نہ ہو تو دل سے اسے برا ضرور جانے، ورنہ عذابِ الٰہی سے اپنا حصہ وصولی کرنے کو تیار رہے، کیونکہ ؎

فطرت افراد سے اغماض تو کرلیتی ہے
کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

یہ کون سی اسلامی جمہوریہ ہے؟ جس کے بارڈر پر درجن بھر افغان مسلمان بچے دسمبر کی سردی میں ٹھٹھر ٹھٹھر کر مرجائیں اور انہیں محض اس لیے پناہ دینے سے انکار کر دیا جائے کہ انکل سام نے سرحد سیل کرار کھی ہے۔کلنٹن کی بچی بوائے فرینڈ بدل بدل کر بھی پاکباز، بش کی بچی پی پی کر بھی عفت مآب، مگر افغانستان کے بچے دیس میں بھی خوار، پردیس میں بھی در بدر۔خلیفہ ثانی نے فرمایا تھا:''فرات کے کنارے ایک کتا بھی بھوکا مر گیا تو روزِ محشر میں اس کا جواب دہ ہوں گا۔'' یہاں انسان کے بچے پاکستان میں دوا دارو کی امید لیے ہمارے دروازے پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گئے، مگر کسی کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی۔کوئی بے حسی سی بے حسی ہے!

ایک ڈینئل پرل کیا مرا سارے امریکیوں کی ماں مرگئی۔ یہاں کنٹینرز بھر بھر کر مار دیئے گئے اور ذمہ داری کے سوال پر جواب دیا گیا''ہم سے پوچھ کر گئے تھے۔'' اس پر تبصرہ ہوا''پرل بھی بش کا پروانہ لے کر نہیں آیا تھا، مگر حقیقی جمہوریت والوں نے اپنے بچے جمورے کی پوری ذمہ داری لے کر یہاں ایسا مقدمہ چلوالیا کہ خود اس کے وطن میں کیا چلتا۔''

عبدالسلام ضعیف کہاں ہے؟ اس کے ساتھ کیا بیتی؟ زندہ بھی ہے یا سام راج کو پیارا ہو گیا؟ وہ تو سفیر تھا۔ بین الاقوامی قانون کے تحت اسے سفارتی تحفظ حاصل تھا۔اس نے پناہ مانگی تھی، نہیں ملی۔جرم ضعیفی کی سزا مل گئی۔اٹھا کر بھوکے بھیڑیئے کے آگے پھینک دیا۔تاریخ عالم کا خونخوار ترین جنگ باز چنگیز خان بھی سفیروں کا لحاظ کرتا تھا۔ہم تو اس سے بھی گئے گزرے نکلے۔اتنی وفاداریاں دکھانے کے بعد ہمارے عالی دماغ کیا حاصل کر پائے؟ واشنگٹن ائیر پورٹ پر صدر کے ترجمان سمیت تمام معزز ارکانِ وفد کی جامہ تلاشی، جوتے اور جرابیں اتروا کر چیکنگ۔ہم نے پھر بھی ہدایت نہیں پائی۔ایف بی آئی کو پہلے اپنے دروازوں (ائیر پورٹس) پر نگران مقرر کر دیا، پھر بغیر وارنٹ گھروں میں بیٹھنے کی اجازت (مرتے کیا نہ کرتے) دے دی۔قبائلی علاقوں میں مدارس کی فلٹریشن سے کچھ نہ ملا تو پشاور، اسلام آباد، لاہور، کراچی اور فیصل آباد میں

آدھی رات کو شب خون مارنے شروع کر دیے۔ یہ شہر پاکستانی معیشت کے لیے ریڑھ کی ہڈی ہیں۔ خوف وہراس معیشت کا دشمن نمبر ون ہے۔

تازہ ترین مثال ڈاکٹر احمد جاوید خواجہ اور فیملی کی انتہائی واہیات انداز میں گرفتاری ہے۔ ایشو یہ بنایا جا رہا ہے کہ آپریشن (سٹائل حملے کا تھا) ملکی ایجنسیوں نے کیا۔ ایف بی آئی شامل نہیں۔ اصل ایشو یہ ہے کہ ایک تعلیم یافتہ، معزز، پابند صوم وصلوٰۃ اور محبِ وطن خاندان کے بزرگوں کو جعل سازی سے (''جرم'' کا ارتکاب کرانے کے لیے خود حالات پیدا کر کے) دہشت گرد ثابت کرنے کی کوشش انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ کی جا رہی ہے۔ پولیس نے ان کے خلاف فائرنگ اور ناجائز اسلحہ رکھنے کا مقدمہ درج کر رکھا ہے۔

اس مقدمہ کی حقیقت یہ ہے کہ کم از کم دو ایجنسیوں (ایک ایف بی آئی اور دوسری پاکستانی) کے اہلکاروں نے رات گئے ڈاکٹر خواجہ کے گھر کے باہر ہوائی فائرنگ کی اور چوکیدار کو مارا پیٹا۔ گھر والوں کے بقول وہ سمجھے ڈاکو آ گئے ہیں۔ فطری طور پر انہوں نے اپنا اسلحہ (جو لائسنسی تھا) نکال کر جواباً ہوائی فائرنگ کی اور اسی اثناء میں انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ بی بی سی کے مطابق منصوبہ پہلے سے تیار شدہ تھا۔ پولیس نے جواز یہ بتایا کہ ون فائیو پر کسی نے اطلاع دی تھی کہ یہاں فائرنگ ہو رہی ہے' جس پر ہم نے موقع پر پہنچ کر کارروائی کی۔ جب اہل خانہ کو گرفتار کیا جا رہا تھا تو اُن کے پوچھنے پر بھی یہ بتایا گیا کہ ہم کو ون فائیو (15) پر فون کر کے بلایا گیا ہے۔ آپریشن بارے کچھ فرق کے ساتھ مزید اطلاعات بھی ملیں۔ تاہم ان سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ فی الحال جو کارروائی ہو رہی ہے' وہ اس ''جرم'' کے تحت ہو رہی ہے' جو آپریشن والی رات کو سرزد کرایا گیا اور اگر اصل جرم یہی ہے تو پھر چار ساتھی ملزموں کو کیوں چھوڑا گیا اور باقی تین ''ملزم'' پولیس نے گرفتاری میں کیوں نہیں ڈالے اور انہیں عدالت میں کیوں پیش نہیں کیا؟ یہ تین ملزم ڈاکٹر عمر، ڈاکٹر خضر (ڈاکٹر خواجہ کے بیٹے) اور حافظ عثمان خواجہ (بھتیجے) ہیں۔

غیر ملکی ذرائع ابلاغ کے مطابق ایف بی آئی کو اصل میں یہی تین بھائی مطلوب تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اصل ''ملزموں'' سے کہیں اور' کوئی اور تفتیش کر رہا ہے اور ان پر دباؤ ڈالنے کے لیے ان کے والدین کو فائرنگ کیس میں الجھا کر آخری عمر میں خوار کیا جا رہا ہے۔ وہ بزرگ تو پیشی کے وقت بھی قیام کی حالت میں لگ رہے تھے۔ عاجزی سے جھکے جا رہے تھے' مگر ان کی معمر کلائیوں میں ہتھکڑیاں ڈالنے اور پرنور چہروں پر ماسک چڑھانے والے پولیس اور ایلیٹ فورس کے جوانوں کے سینے تنے ہوئے تھے۔ جیسے انہوں نے رابن ہڈ یا جیسی جیکسن (قدیم امریکہ کے دو مشہور یا بدنام ڈاکو) کو پکڑ لیا ہو۔ یا شاید ڈان کارلوس (ایک دہائی قبل دنیا کا سب سے زیادہ مطلوب دہشت گرد) ان کے ہاتھ لگ گیا ہو۔

قدرت اپنے فیصلے سے پہلے انسان کو موقع بھی دیتی ہے اور نشانیاں بھی دکھاتی ہے۔ امریکہ میں اعلیٰ ترین پاکستانی وفد کی تذلیل، کشمیر کے مسئلے پر پسپائی، ایٹمی پروگرام بارے پروپیگنڈا اور اب پاکستان کو مشکوک قرار دینے کے بعد امریکہ میں پاکستانیوں کی بڑے پیمانے پر گرفتاریاں ہمارے لیے قدرت کی نشانیاں ہیں۔ ہم نے کن بنیادوں پر نام نہاد دہشت گردی

(اصل میں اسلام) کے خلاف امریکہ کی صلیبی جنگ کا ساتھ دیا اور دے رہے ہیں۔ ہمیں بتایا گیا تھا کہ (۱) کشمیر کاز اجاگر ہوگا (۲) ایٹمی پروگرام محفوظ ہو جائے گا اور (۳) امریکہ میں مقیم لاکھوں پاکستانیوں کے بہتر مستقبل کے لیے یہ ضروری ہے۔

کیا ہمارے تمام اندازے غلط ثابت نہیں ہو گئے؟ ہم سے بدترین وعدہ خلافی ہوئی ہے یا ہم خود ہی خوش فہمی کا شکار ہو گئے تھے۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ کشمیر کے جہاد پر پابندی ہے، کمانڈر نظر بند ہیں، بھارت مذاکرات کی میز پر تو کیا آتا، سارک کانفرنس میں شرکت سے بھی انکار کر دیا، صدارتی کشمیر کمیٹی کے چیئرمین سردار عبدالقیوم استعفیٰ دے رہے ہیں۔ کنٹرول لائن کو سرحد بنانے کی تجویز کا جائزہ لینے کے لیے کہہ رہے ہیں۔ تو پھر ۱۹۴۸ء ہی میں قصہ ختم کر دیتے۔ ایٹمی پروگرام کے معاملے میں ہمیں کبھی نام نہاد برائی کے ایک محور (شمالی کوریا) سے ملایا جا رہا ہے، کبھی دوسرے محور (عراق) سے! ہم صفائیاں پیش کر رہے ہیں۔ امریکہ میں کوئی پاکستانی محفوظ نہیں۔ اس کے بعد بھی ہمیں عقل نہیں آتی تو پھر یہ ہم کو لات مارنے والی بات ہی ہے۔

ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'' ملتان کی ''توسیع اشاعت مہم''

''نقیب ختم نبوت''

محض مجلاتی صحافت نہیں بلکہ ایک تحریک، فکر، جدوجہد اور ایک نظریئے کا نام ہے۔

جس میں شامل مضامین، دلوں کو جھنجھوڑتے اور ذہن کے نہاں خانوں میں بیداری کی لہر پیدا کرتے ہیں۔

☆ دین و دانش کے تذکرے ☆ حریفانِ حرم کی سرکوبی ☆ عصر حاضر میں امت مسلمہ کو درپیش چیلنج

☆ عہدِ رفتہ اور عصر حاضر کے نامور شعراء اور ادباء کی شعری و ادبی کاوشیں

☆ اور دیگر موضوعات پر پُر مغز مضامین قاری کو مستفید کرتے ہیں۔

اس کی ''توسیع اشاعت مہم'' میں شامل ہو کر

☆ نہ صرف خود پڑھیں بلکہ احباب کو بھی پڑھنے کی ترغیب دیں۔

☆ اگر آپ ادارے کو 10 خریدار فراہم کریں گے تو آپ کو اعزازی طور پر ایک سال کیلئے پرچہ ارسال کیا جائے گا۔

منجانب: سرکولیشن منیجر ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'' ملتان، دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان فون: 061-511961

جانشین امیر شریعت سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

حج بیت اللہ کو یاد کر کے......

تمنّاؤں کا مرکز اک سفینہ
سمندر کا تموّج قہرمانی

وہ ساحل کا سکوں، اُس کی متانت
وہ صحرا میں تپش کی حکمرانی

وہ بِن کھیتی کا خطہ، ارضِ بکّہ
وہ کعبہ کی جلال آگیں نشانی

خوشا دیوانگی درِ طوفِ کعبہ
زہے بوسیدنِ سنگِ جنانی

گلوگیری، وہ آوازوں میں رقّت
ندامت اور اشکوں کی روانی

وہ لرزاں ہاتھ اور دامن کسی کا
وہ ترساں چہرے اور آنکھوں میں پانی

وہ روحوں کی پیاس اور سوزِ باطن
وہ زمزم، اُس کی وہ فیضاں رسانی

ازل کے عہد کی تجدیدِ دائم
بہ بیں موجِ بقا در بحرِ فانی

غلامی اور اقائی کے منظر
وہ باقی اور یہ مخلوق فانی

پروفیسر خالد شبیر احمد
(سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان)

داستانِ احرار

اک جنوں کی داستاں ہے داستاں احرار کی — عزم و ہمت ، سرفروشی ، ولولہ ایثار کی
جا بجا لکھی ہوئی ' اوراق پر تاریخ کے — خونچکاں سی اک کہانی لشکرِ جرار کی
کارواں ہے غیرتوں کا یہ تہوّر کا نشاں — ان کی باتوں میں مہک اصحابؓ کے افکار کی
ان کی ضرب وحرب سے لرزاں یہاں کوہ ودمن — گونج ہے نعروں میں ان کے حیدرؓ کرّار کی
یہ بہاؤ کے خلاف ہی تیرتے ہیں مثلِ شیر — ان کو خواہش ہی نہیں ہے کشتی و پتوار کی
حملہ آور ہی رہے یہ قصرِ باطل پر سدا — ہیں انوکھی داستاں ' للکار کی یلغار کی
قسمیں کھاتا ہے زمانہ ہاں صمیمِ قلب سے — رزم گاہِ شوق میں احرار کے کردار کی
یہ صدا چلتے رہے صدق و صفا کی راہ پر — قید و بند کے سلسلے ہوں یا سزا ہو دار کی
ان کی تقریروں سے پھیلی ظلمتوں میں روشنی — اک انوکھی سی ادا یہ قوّتِ اظہار کی
رَعد ہے برق تپاں باطل کو ان کا حرف حرف — دھوم ہے ہر سو ہی ان کے لہجۂ گفتار کی
ان کے آنگن میں نہ اُتری زر کی کوئی کہکشاں — فقر و مستی ان کا شیوہ آن ہیں یہ پیار کی
یہ ہیں اپنوں کے لیے مہر و وفا کی انتہا — دیں کے دشمن کے لیے اک کاٹ ہیں تلوار کی
ان کا ہر اک کارکن سرشار عشقِ دین سے — یہ سپاہِ سربکف ہے احمدؐ مختار کی
قادیاں کی سرزمیں پہ ان کی جرأت کے نشاں — ہمتوں کا حُسن ہیں یہ آبرو للکار کی
سطوتِ افرنگ ان کے پاؤں کی ٹھوکر پہ ہے — سرنگوں ہیں دَر پہ ان کے شوکتیں کفار کی
یہ دلیل آ گہی ہیں یہ شکوہِ عزم و شوق — یہ ہیں زینت ہر طرح سے دین کے اطوار کی

خالد ان کے دم قدم سے ہے جنوں کو حوصلہ
یہ جماعت ہے روایت عشق کے اظہار کی

سید کاشف گیلانی

مینارۂ نور

(امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ)

ایک لمحہ کو بھی جو دشمن سے شرمندہ نہ تھا — کیا وہ انساں غیرتِ حق کا نمائندہ نہ تھا
ظلم کی تاریکیوں میں کرمکِ شب تاب تھا — وہ کہ جو تاریخِ آزادی کا روشن باب تھا
اک سپاہی، اک مجاہد، اک سیاست دان تھا — اہلِ دل، اہلِ نظر اور صاحبِ ایمان تھا
لرزہ براندام تھے افرنگ اُس کے نام سے — زندگی بھر وہ نہیں بیٹھا کبھی آرام سے
زیست کا منشور تھی آزادیٔ اہلِ وطن — دیکھ سکتا تھا نہ وہ بربادیٔ اہلِ وطن
وہ سیاست میں صداقت کا علمبردار تھا — وہ تو اک درویش تھا وہ سیّدِ احرار تھا
وہ بہادر تھا، جری تھا، صادق و جاں باز تھا — جذبۂ شوقِ شہادت سے وہ سرافراز تھا
نطق اُس کا قدرتِ حق کا عجب اعجاز تھا — سچ ہے اُس کے لحن پر اہلِ زباں کو ناز تھا
وہ حسیں تھا، حسن اُس کا شہرۂ آفاق تھا — یہ وہ انساں تھا جو سر سے پاؤں تک اخلاق تھا
حق کی خاطر زندگی گزری تھی اُس کی جیل میں — زندگی بھر وہ قلندر خوش رہا اس کھیل میں
وہ سدا خوش ہو کے کھا لیتا تھا روٹی دال سے — اُس کی فطرت کو کوئی رغبت نہیں تھی مال سے
بس یہی تعریف ہے اُس بندۂ بے دام کی — اُس نے اپنی ہر مسرّت اہلِ دل کے نام کی
کاروانِ آگہی کا وہ سپہ سالار تھا — کفر کی تیرہ شبی میں اک نور کا مینار تھا
وقت کی قلت نے رکھا دُور اسے تحریر سے — اس کو بخشا تھا شغف اللہ نے تقریر سے
اُس نے اپنی زندگی کو وقفِ ایماں کر دیا — اک نظر کافر پہ ڈالی اور مسلماں کر دیا
بیٹھتے تھے اُس کی محفل میں سبھی تنظیم سے — غیر بھی ملنے کو آتے تھے بڑی تکریم سے
پھر ضرورت ہے ہمیں اُس پیکرِ احساس کی — پھر ہماری زندگی افرنگ نے ہے ناس کی
پھر مسلماں پھنس گئے ہیں پنجۂ صیاد میں — پھر لہو بہنے لگا ہے کابل و بغداد میں
اہلِ دانش ہوگئے ناکام ہے تدبیر میں — لٹ رہی ہیں بیٹیوں کی عصمتیں کشمیر میں
پھر فلسطیں میں یہودا کیا قیامت ڈھا گئے — ہر طرف ہیں آج دنیا میں ستم گر چھا گئے
مومنوں کو آہ کرنے کا بھی یارا کب رہا — اب انہیں عزت سے مرنے کا بھی یارا کب رہا
بھیج دنیا میں سیادت کے لیے کوئی فقیر — بھیج مسلم کی قیادت کے لیے کوئی فقیر

ہم مسلمانوں کی سن کے آہ و زاری بھیج دے
بھیج دے دنیا میں یارب! پھر بخاریؒ بھیج دے

خادم حسین

جشنِ بہار

پہلے میں نے ہمقدم! اس زور سے سوچا نہ تھا
اور یوں گہرائی سے، منہ فکر کا نوچا نہ تھا

زندگی میں جستہ جستہ، میں نے دیکھا ہے یہ عام
خِفت و ذِلت میں ڈوبا آدمی ہے شاد کام

زندگی ہے، خاص لوگوں کی حیاتِ نو کا نام
سسکتی دم توڑتی جاں کو خیراتِ جَو کا نام

دینِ فطرت، اللہ اللہ! رحمتِ پروردگار
دردمندی، دردِ دل، اُنس و محبت کا حصار

دینِ بابو! کیبل و ٹی وی، گلابی سیٹیاں
اُلّو گلّو، گیدرنگ، جُوا، شرابی ٹیٹیاں

زندگی کا ایک پہلو، ان کے ہاں ایسا بھی ہے
پینا پلانا، ہوٹلنگ اور ان کے ہاں پیسا بھی ہے

تن کے اُجلے، من کے میلے، ذہن میں باریک تر
"چہرہ روشن، اندروں چنگیز سے تاریک تر"

روٹی کپڑا اور فیسیں، بِل اور عزّ و وقار
عام لوگوں کی ہیں باتیں، خاص کی جشنِ بہار

عیش و عشرت کرنے والے صاحب و سردار ہیں
خودکشی سے مرنے والے مفلس و نادار ہیں

خادمؔ! ایسے لوگوں سے کیا داد خواہی چاہیے
ایسے ویسے لوگوں کو غضبِ الٰہی چاہیے

اب کسی مختار بن ثقفی کو آنا چاہیے
کم ازکم حجاج بن یوسف تو لانا چاہیے

صدر پرویز کے قادیانی دوست طارق عزیز کو گورنر پنجاب لگائے جانے کا امکان

اسلام آباد (نگار خصوصی) قومی سلامتی کونسل کے سیکرٹری، جنرل پرویز مشرف کے سابق پرنسپل سیکرٹری اور کالج کے زمانے کے دوست، طارق عزیز کو گورنر پنجاب بنائے جانے کا امکان ہے۔ باخبر ذرائع کے مطابق سیاسی صورتحال پر اپنا کنٹرول برقرار رکھنے کے لیے جنرل پرویز، پنجاب میں چودھری برادران کی "معاونت" کے لیے طارق عزیز کو گورنر بنا کر بھیجنا چاہتے ہیں۔ طارق عزیز بھلوال ضلع سرگودھا کے ایک قادیانی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے والد ایک سیشن جج تھے۔ طارق عزیز نے مسلم لیگ "ق" کی حکومت قائم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان کے چودھری برادران سے بھی دیرینہ تعلقات ہیں۔ (ہفت روزہ "غزوہ" لاہور ۲۷ دسمبر ۲۰۰۲ء)

مولانا عبدالمجید

حج کے احکام ومسائل

اسلام کے پانچ ارکان (توحید،نماز،روزہ،زکوٰۃ،حج) میں سے آخری اور تکمیلی رکن حج ہے۔،حج کیا ہے؟ایک معین اور مقررہ وقت پر اللہ کے عشاق کی طرح اس کے دربار میں حاضر ہونا،اوراس کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اداؤں اور طور طریقوں کی نقل کر کے ان کے سلسلے سے اپنی وابستگی اور وفاداری کا ثبوت دینا،اور اپنی استعداد کے بقدرابراہیمی جذبات اور کیفیات سے حصہ لینا،اوراپنے آپ کوان کے رنگ میں رنگنا،اس عمل کا نام حج ہے۔بالفاظ دیگر یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک شان تو یہ ہے کہ وہ ذوالجلال والجبروت ہے،احکم الحاکمین ہے اور شہنشاہ کل ہے، اور ہم اس کے عاجز محتاج بندے مملوک ومحکوم ہیں،اوردوسری شان یہ ہے کہ اس میں وہ تمام صفات کمال و جمال موجود ہیں جس کی وجہ سے انسان کوکسی سے محبت ہوتی ہے۔اس کی پہلی شان حاکمانہ اورشاہانہ ہے،اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے حضور میں ادب نیاز کی تصویر بن کر حاضر رہوں۔

اسلام کے دورکن نماز اورزکوٰۃ میں یہی رنگ غالب ہے،اس کی دوسری شان محبوبیت کا تقاضا یہ ہے کہ بندوں کا تعلق اس کے ساتھ محبت ودیوانگی کا ہو۔روزے میں بھی کسی قدر یہ رنگ موجود ہے،کھانا پینا چھوڑ دینا،نفسانی خواہشات سے منہ موڑ لینا،عشق ومحبت کی منزل ہے،مگر حج تو اس کی پوری تصویر ہے،سلے ہوئے کپڑے کی بجائے ایک کفن نما لباس پہن لینا،ننگے سر رہنا،حجامت نہ بنوانا،ناخن نہ کاٹنا،بالوں میں کنگھا نہ کرنا،تیل نہ لگانا،خوشبو استعمال نہ کرنا،میل کچیل سے صفائی نہ کرنا،چیخ چیخ کر لبیک کہنا بیت اللہ کے گرد چکر لگانا،اس کے ایک گوشے میں لگے ہوئے سیاہ پتھر(حجر اسود) کو چومنا،اس کے در ودیوار سے لپٹنا،آہ وزاری کرنا،پھر جمرات پر بار بار کنکریاں مارنا،یہ سارے اعمال وہی ہیں جو محبت کے دیوانوں سے سرزد ہوتے ہیں اورحضرت ابراہیم علیہ السلام گویا اس رسم عاشقی کے بانی ہیں،اللہ تعالیٰ کوان کی یہ ادائیں اتنی پسند آئیں کہ اپنے دربار کی خاص الخاص حاضری حج وعمرہ کے ارکان ومناسک،ان کوقرار دے دیا،ان سب کے مجموعہ کا نام حج ہے۔

حج کی شرائط

ا۔حج کے لیے مسلمان ہونا،۲۔عاقل وبالغ ہونا(کیونکہ بچے اور پاگل پر حج فرض نہیں)،۳۔آزاد ہونا(غلام پر حج فرض نہیں)۴۔زادراہ ہونا(یعنی حج کے تمام اخراجات کے لیے رقم ہونا،اس میں آمدورفت،کھانا پینا،سواری کا کرایہ،

مکان کا کرایہ، وغیرہ) آج کل کے حساب سے حکومت جو رقم درخواست کے وقت مانگتی ہے اس میں یہ سب کچھ داخل ہے۔ مرد کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ جن کی کفالت اس کے ذمہ ہے، ان کے لیے بھی مدت کا خرچ ضروری ہے، یہ شرط عورت کے لیے نہیں ہے۔

حج کا وقت ہونا

ایام حج ۸ ذی الحجہ سے ۱۲ ذی الحجہ تک ہیں، ان سے پہلے حج نہیں ہوتا اگرچہ مکہ سے باہر کے رہنے والوں کی تیاری شوال سے شروع ہو جاتی ہے، مگر حج ۸ ذی الحجہ سے ۱۲ ذی الحجہ تک ہی محدود ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ حج پر جانے والے کے لیے تندرست ہونا، قید نہ ہونا، راستہ کا پُر امن ہونا بھی لازمی شرط ہے۔ یہ شرائط مرد و عورت سب کے لیے برابر ہیں۔

عورتوں کے لیے دو چیزیں اور بھی لازمی ہیں۔ ایک محرم کا ہونا ضروری ہے، بغیر محرم کے عورت کا حج پر جانا منع ہے، اگر بغیر محرم کے جائے گی تو حج کا فرض تو ادا ہو جائے گا، لیکن گناہ کبیرہ بھی ہوگا۔ محرم اسے کہتے ہیں جس سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہو۔ دوسری چیز عورت کے لیے جو ضروری ہے وہ یہ ہے کہ عورت عدت میں نہ ہو، عدت چاہے وفات کی ہو یا طلاق کی۔

حج کی تین اقسام ہیں

ا۔ حجِ افراد

یعنی شروع ہی سے حج کی نیت سے احرام باندھ لیا۔ اب جب تک ختم حج نہ ہوگا احرام رہے گا۔ حج کی یہ قسم ثواب میں کم ہے اور مشکل بھی ہے۔ حج افراد میں قربانی واجب نہیں ہے۔

۲۔ حجِ قران

یعنی ایک ہی احرام عمرہ اور حج دونوں کی نیت کر کے احرام باندھا جائے، حجِ قران میں بھی جب تک حج ختم نہیں ہوگا احرام بندھا رہے گا۔ حج کی یہ قسم بھی مشکل ہے، لیکن ثواب میں سب سے زیادہ ہے، آخری تاریخوں میں جانے والوں کے لیے اچھا موقع ہوتا ہے، مگر اس کے مسائل سے واقفیت بہت زیادہ ضروری ہے، ورنہ مشکلات پیش آئیں گی۔ حجِ قران میں قربانی واجب ہے۔

۳۔ حج تمتع

یعنی اپنے گھر سے عمرہ کا احرام باندھا جائے' عمرہ کر کے احرام ختم کر دیا جائے پھر احرام ختم کر کے ۸ ذی الحجہ کو دوبارہ حج کے لیے احرام باندھا جائے' اور اس احرام سے حج ادا کیا جائے' حج تمتع آسان ہے اور ثواب بھی زیادہ ہے' حج تمتع میں قربانی واجب ہے۔ ہمارے ملک سے جانے والے اکثر بیشتر حضرات حج تمتع کرتے ہیں' اسی کا حال مفصل لکھا جائے گا۔

حج کے فرائض

حج کے تین فرض ہیں۔ ان تینوں فرائض کا ترتیب وار ادا کرنا اور ہر فرض کو اس کے مخصوص وقت اور مکان میں ادا کرنا ضروری ہے' ان تینوں میں سے کوئی فرض چھوٹ جائے تو حج ادا نہیں ہوگا اور اس کی تلافی دم سے بھی نہیں ہو سکے گی

اول: احرام

یعنی حج کی دل سے نیت کر کے تلبیہ (لبیک پڑھنا) کہنا۔

دوم: وقوف عرفات

یعنی ۹ ذی الحجہ کی زوال آفتاب کے بعد ۱۰ ذی الحجہ کی صبح صادق تک کسی بھی وقت عرفات کے میدان میں ٹھہرنا' اگرچہ ایک لمحہ کے لیے ہی کیوں نہ ہو۔

سوم: طواف زیارت

جو ۱۰ ذی الحجہ سے ۱۲ ذی الحجہ کی عصر تک کر لینا چاہیے۔

واجبات حج

حج کے واجبات چھے ہیں۔ یہ بنیادی واجبات ہیں اگر چہ دوسرے بھی کچھ واجبات ہیں لیکن سب ایک دوسرے میں ضم ہو جاتے ہیں' اس لیے بنیادی واجبات چھ ہیں ۱۔ وقوف مزدلفہ ۲۔ صفا مروہ کی سعی کرنا ۳۔ رمی جمار یعنی کنکریاں مارنا ۴۔ قارن اور متمتع کا قربانی کرنا ۵۔ سر کے بال کاٹنا (حلق یا قصر) ۶۔ آفاقی یعنی میقات سے باہر رہنے والوں کا طواف وداع کرنا۔

جب حج کی سب شرائط پوری ہو جائیں اور درخواست منظور ہو جائے تو چند باتوں کا خیال رکھیں۔ اول نیت

خالص اللہ کے لیے ہو' دکھاوے' ریاکاری کے لیے نہ ہو' حج کے لیے جانے سے پہلے دو رکعت نفل بغرض توبہ پڑھیں اور پچھلی زندگی کو سامنے رکھ کر تمام گناہوں سے توبہ کریں' آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم کریں' جب گھر سے سفر پر روانہ ہوں تو دو رکعت نفل پڑھ کر گھر سے روانہ ہوں کیونکہ حضور ﷺ کا سفر میں یہی عمل تھا۔

۸ سے ۱۲ ذی الحجہ کے احکام

اب ۸ ذی الحجہ سے ۱۲ ذی الحجہ جو کہ پانچ دن حج کے ہیں' ان کی تفصیل لکھی جاتی ہے۔ جو حضرات پہلے سے احرام میں ہیں' خواہ حج افراد کی وجہ سے' خواہ قران کی وجہ سے ان کو نئے احرام کی ضرورت نہیں ہے' صرف وہ حضرات جنہوں نے عمرہ کر کے احرام کھول دیا تھا' وہ دوبارہ ۸ ذی الحجہ کو حج کے لیے احرام باندھیں۔

منیٰ جانے سے پہلے سعی کا حکم

حج کی سعی ہر حاجی پر لازم ہے' خواہ حج افراد ہو' خواہ قران ہو یا تمتع اور یہ سعی طواف زیارت کے ساتھ ہونا افضل ہے۔ البتہ ضعیف' کمزور اور مستورات منیٰ جانے سے پہلے یہ سعی کر لیں تو بھی جائز ہے' اس کے لیے احرام حرم شریف میں باندھ کر نفلی طواف کر کے پھر صفا مروہ کی سعی کر لی جائے' اب طواف زیارت کے ساتھ سعی کرنے کی ضرورت نہ رہے گی' اس طواف میں رمل اور اضطباع بھی کیا جائے گا۔

منیٰ روانگی

اب ۸ ذی الحجہ کو منیٰ چلے جائیں' منیٰ میں پانچ نمازیں (۸ ذی الحجہ کی ظہر' عصر' مغرب' عشاء اور ۹ ذی الحجہ کی فجر) پڑھنا سنت ہے۔ منیٰ میں اور کوئی کام نہیں ہے۔

۹ ذی الحجہ کی فجر سے ۱۳ ذی الحجہ کی عصر تک تکبیرات تشریق بھی شروع ہو جاتی ہیں' فجر کی نماز کا سلام پھیرنے کے بعد تکبیر کہیں اور تلبیہ پڑھیں۔

وقوف عرفات

۹ ذی الحجہ کو سورج نکلنے کے بعد عرفات چلے جائیں اور زوال کے بعد وقوف عرفات کریں۔ یعنی عرفات میں قیام کریں' وقوف کھڑے ہو کر کرنا افضل ہے' بیٹھ کر بھی کر سکتے ہیں' ظہر کی نماز اپنے خیمہ میں پڑھیں اور عصر کی نماز اپنے وقت میں خیمہ میں پڑھیں (مشورہ یہ ہے کہ مسجد نمرہ نہ جائیں اس پر بہت سی مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں) غروب آفتاب تک وقوف کریں' اثنائے وقوف' ایک سو مرتبہ چوتھا کلمہ، ایک سو مرتبہ نماز والا درود شریف، ایک سو مرتبہ قل ہو اللہ احد پوری سورۃ اور تیسرا کلمہ ایک سو مرتبہ پڑھیں' استغفار سو مرتبہ۔ درود شریف اور ذکر اللہ میں اپنا وقت لگائیں۔ فضول اور بیکار باتوں میں

مشغول نہ ہوں' یہ وقت ذکر اللہ کا ہے اور بڑا قیمتی وقت ہے اس وقت اپنے رب کو راضی کرنے کی کوشش کریں۔ اپنے لیے' گھر والوں، عزیز واقارب، اپنے وطن اور راقم کے لیے بھی دعائے خیر کریں۔ یہ وقت خلاصہ اور نچوڑ ہے پورے حج کا۔ آج اسی کام کے لیے آئے ہیں پھر نہ معلوم یہ وقت نصیب ہوگا یا نہیں' جو کچھ کہنا ہے کہہ لیں' یہ دربار عام ہے کھلی کچہری ہے' کوئی روک ٹوک نہیں جی بھر کر رولیں' آنسوؤں کا نذرانہ پیش کر دیں کہ آج کا یہی سرمایہ خدا کے حضور پیش کرنے کا ہے۔ یہ حقیر سا نذرانہ پیش کر کے مغفرت کا قیمتی پروانہ لے لیں' مغرب تک اسی میں کھو جائیں۔

وقوف مزدلفہ

۹ ذی الحجہ کو جب مغرب کا وقت ہو جائے تو اب مزدلفہ جانا ہے' مزدلفہ جس وقت پہنچ جائیں' مغرب اور عشاء کی دونوں نمازیں ملا کر پڑھیں' پہلے مغرب کی جماعت کرلیں پھر فوراً عشاء کی نماز باجماعت پڑھیں' مزدلفہ میں یہی طریقہ سنت ہے۔ مزدلفہ میں رات گزارنی ہے' یہاں وقوف کا وقت صبح صادق سے طلوع شمس تک ہے' اس سے پہلے نہیں' مزدلفہ کی رات بڑی قیمتی رات ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ مزدلفہ کی رات لیلۃ القدر سے بھی افضل ہے' اس رات خدا کو راضی کرنے کا سامان کرنا چاہیے۔ یعنی رات جاگ کر' توبہ واستغفار اور عبادت کر کے یہ رات گزارنی چاہیے۔ کنکریاں ۴۹ یا ۷۰ یہیں سے چن لیں' تھوڑا بہت آرام بھی کرلیں۔

واپسی منیٰ

آج دس ذی الحجہ ہے' مزدلفہ میں رات گزار کر صبح منیٰ واپس آ گئے ہیں' منیٰ پہنچنے کے بعد پہلا کام بڑے شیطان کو (جو کہ مکہ کی طرف واقع ہے) سات کنکریاں مارنی ہیں بس ایک شیطان کو' اس کے بعد قربانی ہے' قربانی کے بعد سر منڈالیں۔ یاد رہے یہ ترتیب اسی طرح واجب ہے۔ پہلے کنکریاں مارنا' پھر قربانی کرنا' اس کے بعد سر منڈانا' اس میں کوئی چیز آگے پیچھے کر دی تو دم واجب ہو جائے گا سر منڈانے کے بعد احرام ختم ہوا' احرام کی ہر پابندی ختم ہوگئی لیکن بیوی کے پاس جانا ابھی منع ہے۔ طواف زیارت کے بعد جاسکتے ہیں۔ اگر ہو سکے تو آج ہی طواف زیارت کرلیں' ورنہ ۱۱-۱۲ ذی الحجہ کی عصر تک کرلیں۔ حج کی سعی منیٰ جانے سے پہلے کرلی تھی۔ اب صرف طواف زیارت کرلیں۔ طواف زیارت سے فارغ ہو کر منیٰ واپس آ کر رات گزاریں کیونکہ منیٰ سے باہر رات گزارنا مکروہ ہے۔

۱۱ ذی الحجہ کا دن

آج کوئی کام نہیں ہے صرف تین شیطانوں کو (جن کو جمرات کہا جاتا ہے) کنکریاں مارنی ہیں۔ آج ترتیب اس طرح ہوگی کہ مسجد خفیف کی طرف جو جمرہ ہے وہاں سے شروع ہوں گے پہلے اس کو' پھر درمیان والے شیطان کو اور پھر آخر

میں بڑے شیطان کو سات کنکریاں ماری جائیں گی، کنکر مارتے وقت پڑھیں "بسم اللہ اللہ اکبر رجما للشیطان رضی للرحمن" یعنی خدا کو راضی کرنے کے لیے شیطان کو رجم کرتا ہوں۔ پہلے اور درمیان والے شیطان کو کنکریاں مارنے کے بعد دعا مانگیں' بڑے اور آخر والے کو کنکریاں مارنے کے بعد دعا نہ مانگیں۔

۱۱ ذی الحجہ کو کنکریاں مارنے کا وقت زوال کے بعد سے غروب شمس تک ہے۔ غروب شمس سے طلوع صبح تک مکروہ ہے' مگر کمزور بوڑھوں، عورتوں کو بعد مغرب بلا کراہت جائز ہے بلکہ ایسے حضرات کو بعد مغرب ہی مارنا چاہیے تاکہ رش سے بچ جائیں۔ زوال سے پہلے کنکریاں مارنی ہیں' ترتیب بھی وہی ہوگی جو کل تھی' پہلے چھوٹے' پھر درمیان والے کو پھر بڑے کو پہلے دو جمرات کے پاس دعا مانگے' آخر والے کے پاس نہ مانگے' کنکریاں چنے کے برابر ہوں بہت بڑی نہ ہوں کنکریاں دھو کر مارنا مستحب ہے۔

اب ۱۲ ذی الحجہ کو سب کام ختم ہو گیا جی چاہے تو ۱۳ کو بھی کنکریاں مارلیں، ورنہ آج کام ختم ہو گیا آپ حضرات کو حج مبارک ہو' بڑی نعمت حاصل ہو گئی ہے اس پر اللہ کا شکر ادا کریں' اب مکہ واپس آجائیں' جب تک وطن واپسی نہ ہو' خوب طواف کریں باجماعت نماز پڑھیں' واپسی میں دیر ہو تو عمرے بھی کر لیں۔

طواف وداع

جب وطن واپسی ہو تو ایک طواف حسب دستور کریں اور خوب جی بھر کر دعا کریں "یا اللہ! یہ آخری موقع نہ ہو۔ پھر بھی اپنے گھر بلائیں' بار بار بلائیں"۔ روتے دھوتے رنج و غم میں ڈوبے ہوئے حسرت کے ساتھ بیت اللہ سے رخصت ہوں۔

جدہ پہنچ کر اپنی پرواز سے اپنی منزل پر پہنچ جائیں' حج کے اثرات کو زیادہ دیر تک رکھنے کی کوشش کریں' اللہ تعالی حج مبرور عطا فرمائے۔ دوران حج مقامات مقبول میں دوستوں کو اور راقم الحروف کو بھی یاد رکھیں۔

چند ضروری ہدایات

حج کا سفر ہار جیت کا سفر ہے' اس لیے اس کو جیت کر آنا چاہیے' ہار کر نہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ پورے حج میں بیداری اور فضولیات میں وقت ضائع نہ کریں۔ شاید پھر یہ موقعہ نہ مل سکے۔ اس لیے جتنی کمائی ہو سکتی ہے کمالینی ہے۔ یہاں تو اللہ تعالی نے ہر شخص کو اس کے ظرف سے زیادہ اپنی شان کے مطابق دیتا ہے مگر لینے والے کو بھی اپنی جھولی قت تیار کر رکھنی چاہیے۔ اس لیے اپنے پروگرام میں نوافل، تہجد، اشراق، چاشت، اوابین، کثرت طواف و تلاوت اور اللہ کا دیدار لازمی قرار دے لیں۔

دوران قیام مکہ' کم از کم ایک قرآن پاک ضرور ختم کریں۔ زیادہ جتنا ہو سکے' اس کی کوئی حد نہیں۔ قضا نمازیں

بھی حرم میں شروع کردیں۔ایک تو حرم کی وجہ سے ثواب لاکھ کا ہوگا۔دوسرے قضاء پڑھنے کی عادت ہوجائے گی۔پھر باقی نمازیں اپنے وطن میں قضاء کرلیں۔

اوّل ہر روز' ورنہ کم از کم ایک دفعہ صلوٰۃ التسبیح پڑھیں۔یہی عمل مدینہ میں بھی کریں۔مآثر کی زیارت ضرور کریں۔اس سے بھی ایمان میں تازگی پیدا ہوتی ہے۔اپنی ضروریات زندگی خریدنے میں کوئی حرج نہیں۔لیکن اس میں محو ہوجانا غلط ہے۔نماز باجماعت کا خاص خیال رکھیں۔تمام غلط اور بری عادتوں کو ترک کرنے کی کوشش شروع کردیں۔مکہ ،مدینہ دونوں مقدس مقام ہیں'ان کا احترام اور عظمت لازمی ہے۔کوئی ناگوار بات نظر آئے تو خاموش ہوجائیں۔مکہ ،مدینہ کے رہنے والوں کو برا بھلا نہ کہیں۔یہ درباری لوگ ہیں،ہم سے ہر طرح اچھے ہیں کہ جوار بیت اللہ اور جوار رسول ﷺ میں رہتے ہیں۔

ایک ضروری قاعدہ یاد رکھیں! جو حضرات حج سے پہلے گئے تھے'جب وہ واپس مکہ حج کے لیے آئیں اور اسی طرح وہ حضرات جو درمیان تاریخوں میں مکہ پہنچے ہیں' دونوں کے لیے یہی قاعدہ ہے۔اگر منیٰ جانے میں پندرہ دن یا زیادہ باقی ہیں تو یہ حضرات مقیم ہوں گے۔مکہ میں بھی اور منیٰ وعرفات میں بھی اور اگر منیٰ جانے میں پندرہ دن سے کم ہیں مثلاً ۱۲،۱۳،۱۴ دن تو یہ حضرات مسافر ہوں گے۔مکہ میں بھی،منیٰ اور عرفات میں بھی اس قاعدہ کو یاد رکھنے سے بہت ساری مشکلات حل ہوجائیں گی۔یہ جھگڑا منیٰ،عرفات میں پیش آتا ہے کہ ہم مقیم ہیں یا مسافر۔

دوسری بات یہ ہے کہ بعض حضرات بلکہ عورتیں اپنے عزیز کو کہہ دیتی ہیں کہ ہم تھک گئے ہیں ہماری کنکریاں تم ماردینا'اس طرح کنکریاں شمار نہیں ہوں گی اور دم واجب ہوگا۔لہٰذا معمولی تھکن کی وجہ سے ایسا نہ کریں' بلکہ اپنی اپنی کنکریاں خود مارنی چاہئیں۔شریعت نے اس کو عذر شمار نہیں کیا۔حج سے فارغ ہوکر وطن واپس آنے پر حج کی لاج رکھیں۔تمام برے اعمال سے گریز کریں اور حج میں اللہ تعالیٰ نے جو انعامات بطور انوار وبرکات عطا فرمائے ہیں' ضائع نہ کریں۔بلکہ اعمال صالحہ سے ان کی آبیاری کریں۔

سلیم الیکٹرونکس

ڈاؤلینس ریفریجریٹر کے بااختیار ڈیلر

حسین آگاہی روڈ۔ملتان فون:061-512338

محمد عبدالرحمٰن جامی نقشبندی

امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ

امیر المومنین، امام المتقین، سفیر بیت رضوان، جامع و ناشر قرآن، شہید درحالِ تلاوتِ قرآن، ذوالنورین داماد سید الکونین، زوج دو ہمشیرگان فاطمہؓ و خالوئے حسنین، خلیفہ ثالث و راشد و عادل و برحق، سیدنا و مولانا ابو عامر، ابو عبداللہ عثمان بن عفان قریشی اموی ہاشمی سلام اللہ و رضوانہ علیہ کا نام لیں تو آنکھوں کے سامنے ایک نہایت ہی کریم النفس شخصیت کا تصور ابھرآتا ہے۔ اگرچہ آپ تجارت کی وجہ سے قریش میں سب سے زیادہ مالدار تھے لیکن مالداروں کی کمزوریاں، تکبر، غرور، نخوت خود پسندی، جبر و استحصال ان کے پاس بھی نہ بھٹکی تھیں۔ وہ بہت ہی منکسر المزاج، متواضع اور خوش اخلاق تھے۔ سختی اور گستاخی سے پیش آنے والوں کے ساتھ بھی نرمی کا سلوک روا رکھتے تھے۔ امام مظلوم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ صحیح معنوں میں غنی تھے' مال سے محبت کبھی نہ کی تھی بلکہ نہایت فیاضی سے اللہ کی راہ میں اپنی دولت خرچ کرتے رہے۔ اپنے ذاتی خرچ کے لیے بیت المال سے کبھی ایک پیسہ بھی نہ لیا۔ امام مظلوم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ حلم اور اخلاق کا مجسم نمونہ اور نہایت مل مزاج تھے۔ انتہائی سخت موقعوں پر بھی اشتعال میں نہ آتے اور نہ ہی کسی غیض و غضب کا اظہار کرتے۔ صبر و استقامت کا مادہ قدرت نے انہیں بے حد و بے حساب ودیعت کیا تھا۔ مصائب پر بڑی استقامت کے ساتھ صبر کرتے اور ہر مصیبت کو خوشی کے ساتھ جھیلتے۔ کشت و خون کو سخت ناپسند کرتے۔ انتہا یہ ہے کہ خود شہید ہو گئے مگر یہ گوارا نہ کیا کہ اپنی ذات کے لیے تلوار میان سے نکالی جائے۔ سید المرسلین ﷺ کی محبت رگ رگ میں سمائی ہوئی تھی۔ سنت نبوی ﷺ کی سختی سے پیروی کرتے اور ہر موقع پر فرماتے کہ میں نے رحمت عالم ﷺ کو اس طرح کرتے دیکھا ہے باوجود یہ کہ آپ کو سید الکونین ﷺ نے اس دنیا میں بہشت کی خوشخبری سنادی تھی مگر ہمیشہ اللہ کے خوف سے لرزاں اور ترساں رہتے۔ آپ نے دشمنان دین و ملت کے تشدد کا مقابلہ دلائل و براہین اور صبر و استقامت کے ساتھ کیا۔ امیر المؤمنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دین و ملت کے مفاد کے لیے جو مدبرانہ موقف اختیار کیا اس سے آخری دم تک ذرہ برابر بھی اِدھر اُدھر نہ ہوئے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں حضرت امام مظلوم کو صرف اوباش قبائل اور اہل فتن کی ایک پارٹی نے قتل کیا۔ امام مظلوم خلیفۃ المسلمین کے خون کے قطرے کتاب حق کی اس آیت پر گرے فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ العلیم اللہ کریم ان سے تیرا بدلہ لے گا۔ وہ بڑا سننے والا، باخبر ہے۔

سرورِ کونین ﷺ کے دامادِ عزیز اور خلیفہ برحق ،اتحاد و استحکام اسلامی کے علمبردار ،ملت اسلامیہ کے امیر المومنین دنیائے اسلام کے شفیق ورحم دل حاکم کی لاش مبارک تین دن تک بے گور وکفن پڑی رہی۔ کیونکہ سبائیوں نے انہیں دفنانے کی اجازت نہ دی۔ آخر تیسرے روز صبر وایثار اور حلم و بردباری کے اس بے مثال مجسمے کو چند مسلمانوں نے خون آلود کپڑوں میں رات کے اندھیرے میں خفیہ طور پر سپرد خاک کر دیا۔ یہ انسانیت سوز رویہ سبائیوں نے اس محسن ملت کی لاش سے روا رکھا جو دشمنوں سے مقابلے کے وقت مسلمانوں کے بے سر و سامان لشکروں کو اسلحہ، گھوڑے، اونٹ، ہر قسم کے ہتھیار اپنی جیب سے مہیا کرتا تھا۔ تاریخ گواہ ہے امیر المومنین بے بس تھے نہ بے اختیار۔ انہوں نے عقائد باطلہ، تشدد اور سازش کا مقابلہ دلیل روشن سے کیا اور باوجود قدرت رکھنے اختیار و اقتدار حاصل ہونے کے انہوں نے تشدد و لاقانونیت کا مقابلہ جبر و تشدد سے کرنے سے انکار کر دیا اور کہا تو صرف یہ کہ کسی سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بلوائی نے شہادت کے وقت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا عصاء لے کر اس کو اپنے گھٹنے سے توڑ ڈالا۔ جس سے اس بلوائی کی پوری ٹانگ گل گئی۔ یزید بن حبیب سے مروی ہے کہ جو لوگ حضرت عثمان پر چڑھائی کرنے گئے تھے ان میں سے اکثر پاگل ہو کر مرے۔ واقف اسرار نبوی یعنی حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ جب بلوائی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف چلے تو لوگ ان کے پاس آئے اور کہا کہ بلوائی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف گئے ہیں۔ آپ کیا کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ''بخدا! یہ لوگ ان کو شہید کر دیں گے۔'' لوگوں نے پوچھا ''شہید ہونے کے بعد کیا ہوگا؟'' آپ نے فرمایا بخدا! عثمان جنت الفردوس میں جائیں گے اور ان کے قاتلین کے لیے دوزخ ہے اور جس سے کسی طور پر ان کو چھٹکارا نہیں ملے گا۔''

جانشین امیر شریعت سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمتہ اللہ علیہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''بر فلکِ عدل ، مہر و ماہ ہست غنی — شاہ است غنی ، بادشاہ است غنی
چوں جامع مصحفِ الٰہ است غنی — دین است غنی ، دین پناہ است غنی
ہم زلفِ علی و خالوئے حسنین — فردوس دل و خلد ، نگاہ است غنی
صدیق و عمر بہر دیں سقف و عماد — باب است علی ، شہر پناہ است غنی

سرداد نہ داد دست در دست یہود
حقا کہ نشانِ لا الٰہ است غنیؓ''

قاضی افضل حق قرشی

اقبال اور ابوالکلام آزاد

''یہ دونوں بزرگ ایک ہی زمانے میں، ایک ہی ملک میں اور ایک ہی ماحول میں باندازِ بے التفاتی یا برنگِ تغافل ایک دوسرے کو دور سے دیکھتے رہے......اور ایک دوسرے کے بارے میں' دوسروں کی زبانی باتیں سنتے رہے.....میرا خیال ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کو جانتے تھے۔ ایک دوسرے کو پہچانتے بھی تھے یا نہیں۔ اس میں مجھے شبہ ہے۔ اس اندازِ تغافل کو کس چیز پر محمول کیا جائے؟ رنگِ نا آشنائی! معاصرانہ چشمک؟ یا اختلافِ مزاج و مشرب و مسلک؟

بزرگوں کے معاملات ہیں، نام وروں کی باتیں ہیں، بڑوں کے مسائل ہیں، ایک خورد، ایک ذرۂ حقیر، خاکِ پا' ان جھگڑوں کی وجہ بیان کرے تو قصہ دار و رسن نہ سہی' سنگِ خلائق کا نشانہ بننا تو لازمی ہے۔ کیا کہا جائے اور کیا کیا جائے؟

علامہ اقبال نے مسائل و مشکلات کے بارے میں صدہا اہلِ علم و فضل سے مشورہ کیا......اس فہرست میں اصاغر بھی ہیں اور اکابر بھی، علمائے دین بھی ہیں اور فضلائے جدید بھی......مگر فہرست سے جو نام غائب ہے وہ ابوالکلام کا ہے...... مجھے معلوم نہیں' کبھی دونوں ایک دوسرے سے ملے ہوں (ممکن ہے ملے ہوں) خط و کتابت بھی شاید ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔

امام الہند نے ''تذکرہ'' سے لے کر ''غبارِ خاطر'' تک اپنی نثر کو فارسی، اردو کے متعدد شعراء کے شعروں سے مزین کیا ہے۔ لیکن اگر نہیں کیا تو علامہ اقبال کے شعروں سے نہیں کیا۔ داغؔ تک کے اشعار ہیں' مگر اقبال کے نہیں۔ یہ رنگِ نا آشنائی ہے تو عجیب رنگ ہے، معاصرانہ چشمک ہے تو عجیب چشمک ہے۔ یہ اختلافِ مزاج ہے تو عجیب اختلاف مزاج ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کے وجود ہی کا انکار کر دے......''

یہ ہیں الفاظ اردو کے نام ور ادیب اور نقاد جناب ڈاکٹر سید عبداللہ کے۔ مجھے سید صاحب کے ان محسوسات سے بصد عجز و نیاز اختلاف ہے۔

اقبال (۱۸۷۳ء۔۱۹۳۸ء) اور ابوالکلام آزاد (۱۸۸۸ء۔۱۹۵۸ء) اس صدی کے دو عبقری تھے' جنہوں نے

برِعظیم پاک و ہند کی علمی، ادبی، مذہبی اور سیاسی زندگی کو سب سے زیادہ متاثر کیا۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے مطابق:

''ابوالکلام اور اقبال اس دور کے دماغ تھے۔''

ان دونوں کا ایک ہی پیغام تھا۔ بقول ڈاکٹر سید عابد حسین:

''اور وہ یہ ہے کہ دین کی کنجی سے دنیا کا دروازہ کھولو اور اسلام کے اسم اعظم سے آفاق کی تسخیر کرو۔''

اور دونوں کے مابین تعلقات دوستانہ تھے...... یہ کہنا تو مشکل ہے کہ ان کے تعلقات کی ابتداء کب ہوئی؟ البتہ دونوں کی پہلی ملاقات اپریل ۱۹۰۵ء میں لاہور میں انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسے میں ہوئی۔ مولانا آزاد اس اجلاس میں بحیثیت ایڈیٹر 'لسان الصدق' مدعو تھے۔ عبدالرزاق ملیح آبادی' مولانا کی زبانی لکھتے ہیں:

''اس زمانے میں ڈاکٹر اقبال کی شاعری کو ''مخزن'' نے نیا نیا ملک کے سامنے پیش کیا تھا۔ لیکن بہت جلد ہی لوگوں میں غیر معمولی شہرت ہوگئی تھی۔ انجمن میں ان کی نظم خوانی خاص طور پر شوق و ذوق سے سنی جاتی تھی۔ ان سے بھی پہلی مرتبہ اس سفر میں ملاقات ہوئی۔''

مولانا آزاد نے ۱۳؍جولائی ۱۹۱۲ء کو کلکتہ سے ہفت روزہ ''الہلال'' جاری کیا۔ اس ہفت روزہ نے ملک بھر کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی۔ مولانا عبدالماجد دریابادی کے مطابق: ''الہلال نکلتے ہی ابوالکلام مسلّم طور پر مولانا ہوگئے اور شہرت کے پروں سے اڑنے لگے۔ الہلال کی مانگ گھر گھر ہونے لگی۔''

اصل میں ''الہلال'' ایک تحریک تھی۔ اسلامیان ہند کی بیداری' اس نے تھوڑی ہی مدت میں علمی، ادبی، مذہبی اور سیاسی دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ عوام تو عوام' خواص بھی چونک اٹھے اور انہیں یہ بات تسلیم کرنا پڑی کہ ہم سب اپنے اصلی کام بھولے ہوئے تھے ''الہلال'' نے ہمیں یاد دلا دیا۔ ملک کے مختلف گوشوں سے اس کے لیے ہمدردی اور محبت کے جذبات اٹھے۔ اقبال نے بھی ''تحریکِ الہلال'' سے دلچسپی اور ہمدردی کا عملاً اظہار کیا۔ چنانچہ انہوں نے ''الہلال'' کے لیے دس خریدار مہیا کئے۔ مولانا آزاد ۹؍اکتوبر ۱۹۱۲ء کی اشاعت میں لکھتے ہیں:

''الہلال کی توسیع اشاعت کے لیے ابتداء سے بغیر کسی تحریک اور طلب کے جو احباب سعی فرما رہے ہیں' دفتر ان کا شکر گزار ہے۔ ایسے حضرات تو بکثرت ہیں' جنہوں نے ایک ایک یا دو دو خریدار بہم پہنچائے' مگر جن احباب نے خاص طور پر اس بارے میں سعی کی ہے' ان کے اسمائے گرامی شکریئے کے ساتھ درج ذیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا فضل یہ ہے کہ وہ اپنے کسی جذبے کو مخلص اور بغیر منت و طلب احسان کرنے والے احباب عطا فرمائے۔''

اس فہرست میں سب سے زیادہ یعنی بارہ خریدار دہلی کے ایک صاحب نے مہیا کئے۔ مگر اپنا نام ظاہر نہ کیا اور دس دس خریدار علامہ اقبال اور مولانا سید عبدالحق بغدادی (نائب پروفیسر عربی محمڈن کالج علی گڑھ) نے مہیا کئے۔

اقبال کی نظم ''جواب شکوہ'' ۳۰رنومبر ۱۹۱۲ء کو جلسۂ امداد مجروحین بلقان منعقدہ باغ بیرون موچی دروازہ لاہور میں پڑھی گئی۔ الہلال کی ۲۶رفروری ۱۹۱۳ء کی اشاعت میں ریاست رام پور کے ہوم سیکرٹری صاحبزادہ مصطفےٰ خان شر کی ایک طویل نظم ''جواب شکوہ کا اقبال'' کے عنوان سے اس کی تائید میں چھپی ۔ یہ الہلال کے دو صفحات پر محیط تھی۔ اس کا آخری بند یہ ہے۔ ـ

آج اگر حال زبوں ہے تو الم بے جا ہے
قلب اقبال ہوا ہے تو اچنبھا کیا ہے
دیکھیے باغ اُجڑتا ہے، کبھی پھلتا ہے
تنگ دل ہیں تو کریں صبر، یہی اچھا ہے
جب بہار آتی ہے، کلیوں کی چٹک کہتی ہے
کب ہمیشہ خلش تنگ دلی رہتی ہے

۱۸رستمبر ۱۹۱۳ء کو ''الہلال'' سے پریس ایکٹ کے تحت دو ہزار روپے کی ضمانت طلب ہوئی' جو ۱۶رنومبر ۱۹۱۴ء کو ضبط کر لی گئی اور ''الہلال'' کے نمبر بابت ۴راکتوبر و ۲۱راکتوبر ۱۹۱۴ء کو ضبط ہوئے...... مولانا ان دنوں کلکتہ سے باہر تھے۔ جب انہیں دفتر کی طرف سے اس واقعہ کی اطلاع دی گئی تو انہوں نے بذریعہ تار ہدایت کی کہ:

''جو نمبر چھپ رہا ہے' اس کو فوراً شائع کر دو۔ ایک مختصر نوٹ میں ضبطی کی اطلاع کے ساتھ یہ اعلان کر دو کہ ہم اپنی ذات سے آخر وقت تک الہلال کو جاری رکھنا چاہتے ہیں اور ان شاء اللہ العزیز رکھیں گے۔''

چنانچہ ''الہلال'' کا ۱۸رنومبر ۱۹۱۴ء کا شمارہ شائع ہوا۔ مگر ساتھ ہی دس ہزار روپے کی نئی ضمانت مانگ لی گئی۔ ضمانت داخل نہ کرائی گئی اور اس طرح ''الہلال'' بند ہوگیا۔ پانچ ماہ بعد مولانا نے البلاغ پریس اور ہفتہ وار ''البلاغ'' جاری کیا۔ ''البلاغ'' کا پہلا شمارہ ۱۲رنومبر ۱۹۱۵ء کو چھپا۔ اس کے صفحہ اوّل پر اقبال کی یہ نظم چھپی:

محل ایسا کیا تعمیر عرفی کے تخیل نے
تصدق جس پہ حیرت خانۂ سینا و فارابی
فضائے عشق پر تحریر کی اس نے نوا ایسی
میسر جس سے آنکھوں کو ہے اب تک اشک عنابی
مرے دل نے یہ اک دن اس کی تربت سے شکایت کی
نہیں ہنگامۂ عالم میں اب سامان بے تابی

تغیر آ گیا ایسا مزاج اہل عالم میں
کہ رخصت ہوگئی دنیا سے کیفیت وہ سیمابی
فغان نیم شب شاعر کی ' بارگوش ہوتی ہے
نہ ہو جب چشم محفل آشنائے لطف بے خوابی
کسی کا شعلہ فریاد ہو ' ظلمت ربا کیوں کر
گراں ہے شب پرستوں پر سحر کی آسماں تابی
صدا تربت سے آئی ' شکوۂ اہل جہاں کم کن
نوارا تلخ ترمی زن چو ذوق نغمہ کم یابی
حدی را تیز ترمی خواں چو محمل را گراں بنی

''البلاغ'' میں اس نظم کا عنوان عرفی کے شعر کے مصرعہ اولیٰ تھا۔''بانگ درا'' میں یہ ''عرفی'' کے عنوان سے چھپی۔ بانگ درا میں اسے شامل کرتے وقت چند اشعار میں ترامیم کی گئیں' جو یہ ہیں:

البلاغ: میسر جس سے آنکھوں کو ہے اب تک اشکِ عنابی
بانگ درا: میسر جس سے ہیں آنکھوں کو اب تک اشکِ عنابی
البلاغ: تغیر آ گیا ایسا مزاجِ اہل عالم میں
بانگ درا: مزاج اہل عالم میں تغیر آ گیا ایسا
البلاغ: صدا تربت سے آئی شکوۂ اہل جہاں کم کن
بانگ درا: صدا تربت سے آئی شکوۂ اہل جہاں کم گو

یہ حقیقت ہے کہ الہلال اور البلاغ کے صفحۂ اوّل پر کبھی کوئی نظم شائع نہیں ہوئی۔ صرف اقبال کی نظم کو یہ مستثنیٰ مقام حاصل ہوا۔ شبلی سے مولانا آزاد کے گہرے تعلقات تھے۔ ان کی متعدد نظمیں الہلال میں چھپیں مگر پہلا صفحہ اقبال کے سوا کسی کو نہ ملا۔ اس نظم میں مولانا آزاد کو جو پیغام دیا گیا' وہ محتاج تشریح نہیں۔

حکومت نے محسوس کیا کہ محض پریس ایکٹ کے استعمال سے مولانا آزاد کی سرگرمیاں رک نہیں سکتیں، سو اس بار قانون تحفظ ہند کی دفعہ ۳ کے تحت انہیں کہا گیا کہ چار دن کے اندر اندر کلکتہ کا قیام ترک کر دیں اور حدود بنگال سے نکل جائیں۔ بعد میں یہ مدت ایک ہفتہ تک بڑھا دی گئی۔ اس سے پہلے حکومت پنجاب، دہلی، یو پی اور بمبئی اسی قانون کے تحت مولانا کا داخلہ اپنے صوبوں میں بند کر چکی تھیں۔ چنانچہ مولانا رانچی (بہار) چلے گئے' جہاں پانچ ماہ بعد نظر بند کر دیئے

گئے۔اس طرح ساڑھے چار مہینے بعد البلاغ بند ہوگیا۔

مولانا آزاد رانچی میں نظر بند تھے کہ اقبال کی مثنوی ''رموز بے خودی'' چھپی۔اقبال نے اس کا ایک نسخہ مولانا آزاد کو بھیجا اور انہوں نے ایک خط میں اسے بہت پسند کیا۔اقبال' سید سلیمان ندوی کے نام ۲۸/اپریل ۱۹۱۸ء کے خط میں لکھتے ہیں:

''والا نامہ ابھی ملا ہے۔رموز بےخودی میں نے ہی آپ کی خدمت میں بھجوائی تھی۔ریویو کے لیے سراپا سپاس ہوں۔آج مولانا ابوالکلام کا خط آیا ہے۔انہوں نے بھی میری اس ناچیز کوشش کو بہت پسند فرمایا ہے۔''

مولانا آزاد کا ''تذکرہ'' ۱۹۱۹ء میں ان کے زمانۂ اسارت ہی میں چھپا۔فضل الدین احمد مرزا نے مقدمہ میں ''مذہبی انقلاب'' کے زیر عنوان ''الہلال'' کے اثرات کے بارے میں لکھا:

''مثال کے طور پر میں صرف چند محرم ناموں کا ذکر کروں گا۔طبقۂ علماء میں سے حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی کا یہ قول خود مولانا ابوالکلام نے ایک مرتبہ مجھ سے نقل کیا تھا کہ ''ہم اصل کام بھولے ہوئے تھے۔الہلال نے یاد دلایا''......تعلیم یافتہ جماعت میں فدائے قوم مسٹر محمد علی جناح اور مسٹر شوکت علی خاں اور ہمارے قومی شاعر ڈاکٹر اقبال کا ذکر کر دینا کافی ہے۔ان دونوں اسلام پرستوں کو مذہب کی راہ اسی نے دکھلائی اور بتدریج اپنے رنگ میں یک قلم رنگ دیا:

''......ڈاکٹر اقبال کا مذہبی عقائد میں پچھلا حال جو سنا تھا،اس کے مقابلے میں انکی فارسی مثنویاں دیکھتے ہیں تو سخت حیرت ہوتی ہے۔''اسرار خودی''اور''رموز بےخودی'' فی الحقیقت''الہلال'' ہی کی صدائے بازگشت ہیں۔''

اقبال نے سید سلیمان ندوی کے نام ۱۰ نومبر ۱۹۱۹ء کے خط میں جہاں تذکرہ،مولانا آزاد اور تحریک الہلال کے بارے میں اپنے تاثرات لکھے،وہاں فضل الدین احمد مرزا کی مندرجہ بالا تحریر پر خفگی کا اظہار کیا۔وہ لکھتے ہیں:

''مولانا ابوالکلام آزاد کا تذکرہ آپ کی نظر سے گذرا ہوگا،بہت دلچسپ کتاب ہے،مگر دیباچے میں مولوی فضل الدین احمد لکھتے ہیں کہ''اقبال'' کی مثنویاں تحریک الہلال ہی کی بازگشت ہیں۔'' شاید ان کو یہ معلوم نہیں کہ جو خیالات میں نے ان مثنویوں میں ظاہر کیے ہیں،ان کو برابر ۱۹۰۷ء سے ظاہر کر رہا ہوں۔اس کے شواہد میری مطبوعہ تحریریں،نظم و نثر،انگریزی و اردو موجود ہیں،جو غالباً مولوی صاحب کے پیش نظر نہ تھیں۔بہرحال اس کا کچھ افسوس نہیں کہ انہوں نے ایسا لکھا۔مقصود اسلامی حقائق کی اشاعت ہے نہ کہ نام آوری۔البتہ اس بات سے مجھے رنج ہوا کہ ان کے خیال میں اقبال تحریک الہلال سے پہلے مسلمان نہ تھا۔تحریک الہلال نے اسے مسلمان کیا۔ان کی عبارت سے ایسا خیال مترشح ہوتا ہے۔ممکن ہے ان کا مقصود یہ نہ ہو۔میرے دل میں مولانا ابوالکلام کی بڑی عزت ہے اور انکی تحریک سے بڑی ہمدردی۔مگر

کسی تحریک کی وقعت بڑھانے کیلئے یہ ضروری نہیں کہ اوروں کی دلآزاری کی جائے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ''اقبال کے جو مذہبی خیالات اس سے پہلے سنے گئے، ان میں اور مثنویوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔'' معلوم نہیں، انہوں نے کیا سنا تھا اور سنی سنائی بات پر اعتبار کر کے ایک ایسا جملہ لکھا، جس کے کئی معنی ہو سکتے ہوں کسی طرح ان لوگوں کے شایان شان نہیں جو اصلاح کے علم بردار ہوں۔ مجھے معلوم نہیں مولوی فضل الدین صاحب کہاں ہیں ورنہ یہ مؤخرالذکر شکایت بزاہ راست ان سے کرتا۔ اگر آپ سے ان کی ملاقات ہو تو میری شکایت ان تک پہنچایئے۔''

''تذکرہ'' مولانا کی رائے اور مرضی کے خلاف فضل الدین احمد مرزا نے شائع کر دیا تھا۔ مولانا پورا چھاپنا چاہتے تھے۔ فضل الدین احمد نے مختلف اجزا روک لیے اور مولانا کے بیان کے مطابق دوسری جلد کا مسودہ بھی انہی کے پاس تھا۔ مولانا کی رہائی سے پیشتر موصوف پنجاب آ گئے پھر ان کا انتقال ہو گیا۔ مسودہ تلاش کے باوجود نہ مل سکا۔ مولانا آزاد، مولانا عبدالماجد دریابادی کے نام ۲۶ رنومبر ۱۹۱۹ء کے خط میں لکھتے ہیں:

''......تذکرہ کوئی ایسی چیز نہ تھی جو خصوصیت کے ساتھ شائع کی جاتی۔ ایک صاحب نے بطور خود شائع کر دیا۔ بوجوہ اس کی اشاعت میرے لیے خوش آئند نہ ہوئی۔''

معلوم نہیں سید سلیمان ندوی، اقبال کی شکایت فضل الدین احمد مرزا تک پہنچا سکے یا نہیں، البتہ مولانا آزاد کو ضرور پہنچائی۔ اس پر مولانا آزاد نے سید سلیمان ندوی کو ۲ رجنوری ۱۹۲۰ء کو لکھا:

''......ڈاکٹر اقبال کا شکوہ بے جا نہیں۔ یہ بات نہایت لغو اور سبک بات ہے کہ فلاں نے فلاں بات فلاں کے اثر سے لکھی اور فلاں کے خیال میں یوں تبدیلی ہوئی۔ لیکن لوگوں کا پیمانہ نظر یہی باتیں ہیں تو کیا کیا جائے۔ دراصل اس کم بخت تذکرے کی ساری باتیں میرے لیے تکلیف دہ ہوئیں۔ مسٹر فضل الدین نے یہ مقدمہ لکھ کر نظر ثانی کے لیے بھیجا تھا۔ میں نے واپس نہیں بھیجا۔ اس لیے کہ وہ موجودہ حالت میں کتاب کا پہلا حصہ شائع کرنا چاہتے تھے اور میں مصر تھا کہ ایک ہی مرتبہ پوری کتاب شائع کر دی جائے۔ صرف اتنا ٹکڑا حد درجہ ضمنی مطولات عدم انضباط کی وجہ سے نہایت ... وہ ہوگا۔ خیال کیا کہ مقدمہ کا واپس نہ کرنا اشاعت میں روک ہوگا۔ لیکن انہوں نے بجنسہ چھاپ کر جلد باندھ کر ایک ایک نسخہ بھیج دیا اور ان ساری باتوں کو وہ مزاح سمجھتے رہے۔ علاوہ ڈاکٹر اقبال وغیرہ والے ٹکڑے کے پورا مقدمہ طرز تحریر و استدلال وغیرہ کے لحاظ سے بھی بالکل لغو ہے۔''

مولانا یکم جنوری ۱۹۲۰ء کو رہا ہوئے تو اقبال کو اس کی خوشی ہوئی اور انہیں خط بھی لکھا۔ سید سلیمان ندوی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

''......الحمدللہ کہ مولانا آزاد کو آزادی ملی۔ کیف باطن میں بالخصوص آج کل ''صحو'' ہی کی ضرورت ہے۔ نبی

کریم ﷺ نے صحابہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) کی تربیت اسی حال میں کی تھی۔ ''سکر'' کی حالت عمل کی دشوار گزار منزل کو طے کر لینے کے بعد ہو تو مفید ہے۔ باقی حالات میں اس کا روح پر ایسا ہی اثر ہے جیسا جسم پر افیون کا۔ مولانا آزاد اب کہاں ہیں۔ پتہ لکھیے کہ ان کی خدمت میں عریضہ لکھوں......''

• اقبال، مولانا آزاد سے بھی مسائل و مشکلات میں مشورہ کرتے تھے اور ان کی رائے کو وقیع جانتے تھے۔ سید سلیمان ندوی کے نام ۱۸؍اگست ۱۹۲۴ء کے خط میں رقم طراز ہیں:

''حال ہی میں امریکہ کی مشہور یونیورسٹی (کولمبیا) نے ایک کتاب شائع کی ہے۔ جس کا نام ''مسلمانوں کے نظریات متعلقہ مالیات'' ہے۔ اس کتاب میں لکھا ہے کہ اجماع امت نص قرآنی کو منسوخ کر سکتا ہے یعنی یہ کہ مثلاً مدت شیرخوارگی جو نص صریح کی رو سے دو سال ہے، کم یا زیادہ ہو سکتی ہے یا حصص شرعی میراث میں کمی بیشی کر سکتا ہے۔ مصنف نے لکھا ہے کہ بعض حنفاء اور معتزلیوں کے نزدیک اجماع یہ اختیار رکھتا ہے مگر اس نے کوئی حوالہ نہیں دیا۔ آپ سے یہ امر دریافت طلب ہے کہ آیا مسلمانوں کے فقہی لٹریچر میں کوئی ایسا جواز موجود ہے؟ امر دیگر یہ ہے کہ آپ کی ذاتی رائے اس بارے میں کیا ہے؟ میں نے مولوی ابوالکلام صاحب کی خدمت میں بھی عریضہ لکھا ہے۔''

سید سلیمان ندوی کے نام ۷؍اگست ۱۹۳۶ء کے خط میں مولانا آزاد کا ذکر ہے۔ اقبال لکھتے ہیں:

''الحمد للہ کہ اب قادیانی فتنہ پنجاب سے رفتہ رفتہ کم ہو رہا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی دو تین بیان چھپوائے ہیں مگر حال کے روشن خیال علماء کو ابھی بہت کچھ لکھنا باقی ہے۔''

افسوس کہ فریقین کی خط و کتابت محفوظ نہیں، جس کی وجہ سے ان بزرگوں کے تعلقات کی تفصیلات نامعلوم ہیں۔ البتہ یہ بات تو یقینی ہے کہ انہوں نے ایک دوسرے کے وجود کا انکار نہیں کیا۔ باقی رہا یہ مسئلہ کہ ''امام الہند نے ''تذکرہ'' سے لے کر ''غبارِ خاطر'' تک اپنی نثر کو فارسی اردو کے متعدد شعرا کے شعروں سے مزین کیا ہے، لیکن اگر نہیں کیا تو علامہ اقبال کے شعروں سے نہیں کیا'' اس ضمن میں مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

''مولانا نے غالباً دو تین مقامات پر حضرت علامہ کے اشعار درج کیے ہیں۔ لیکن زیادہ تر وہی اشعار انسان کے حافظے میں محفوظ رہتے ہیں جو ابتدائی دور میں نظر سے گزر چکے ہوں۔ اگر نقل نہیں ہوئے یا زیادہ نقل نہیں ہوئے تو اس پر تعجب نہ ہونا چاہیے۔''

۱۹۰۵ء کی پہلی ملاقات کے علاوہ اقبال اور مولانا ابوالکلام کی اور ملاقاتیں بھی ہوئیں۔ چند ایک تفصیلات یہ ہیں:

۱۹؍فروری ۱۹۱۴ء کو مولانا آزاد انجمن ہلال احمر قسطنطنیہ کے وفد کے ساتھ لاہور آئے اور اقبال سے ملاقات بھی

ہوئی۔ یہ وفد مسلمانانِ ہند کا شکریہ ادا کرنے کے لیے ہندوستان آیا تھا۔ ریلوے سٹیشن پر وفد کا پرجوش استقبال کیا گیا۔ شام چار بجے باغ بیرون موچی دروازہ میں جلسہ عام منعقد ہوا۔ اراکین وفد اور مولانا آزاد جب جلسہ گاہ میں آئے تو حاضرین جلسہ کی طرف سے ان کے گلے میں ہار ڈالے گئے اور بے شمار پھول برسائے گئے۔ اس کے بعد حاجی شمس الدین سیکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور نے نواب ذوالفقار علی خان رئیس مالیر کوٹلہ و سابق وزیر اعظم ریاست پٹیالہ کے صدر جلسہ بنائے جانے کی تجویز پیش کی جو اقبال کی تائید سے باتفاق رائے حاضرین منظور ہوئی۔ نواب ذوالفقار علی خان نے افتتاحی تقریر کی۔ ان کے بعد ڈاکٹر عدنان بے اور عمر کمال بے نے ترکی میں تقاریر کیں، جن کا ترجمہ علامہ توفیق بے ایڈیٹر رسالہ ''سبیل الرشاد'' قسطنطنیہ نے فارسی میں کیا۔ ان کے بعد چودھری غلام حیدر خان پرسنل اسسٹنٹ ایڈیٹر ''زمیندار'' اور حاجی شمس الدین نے تقاریر کیں۔ مولانا آزاد وفد کے ہمراہ اسی شام واپس چلے گئے کہ دوسرے دن دہلی میں بھی جلسہ ہو رہا تھا۔ اقبال اور نواب ذوالفقار علی خان نے مولانا آزاد پر زور دیا کہ مزید ایک روز لاہور میں قیام فرمائیں۔

ایک ملاقات کے راوی ڈاکٹر شیر بہادر خان ہیں، وہ لکھتے ہیں:

''ایک دفعہ مولانا، لاہور تشریف لائے اور حسبِ معمول میاں عبدالعزیز بار ایٹ لاء کی کوٹھی پر فروکش ہوئے۔ ان کے ہاں خواص کی ایک مجلس خصوصی قریب منعقد ہوئی۔ مجھے یاد ہے کہ علامہ اقبال بھی وہاں موجود تھے۔ اس محفل میں، میں اور میرا ایک دوست بھی جا پہنچے۔ مولانا نے وقت کے کسی مسئلہ پر (وہ مسئلہ اب ٹھیک یاد نہیں) فرش پر بیٹھے بیٹھے تقریر کی۔ جب تقریر کر چکے تو مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپ علامہ اقبال سے مخاطب ہوئے اور استفسار کیا ''کیوں علامہ صاحب! آپ کی کیا رائے ہے؟'' علامہ مرحوم نے فرمایا ''مولانا! مجھے آپ سے کلی اتفاق ہے۔''

ایک اور ملاقات کے راوی مولانا غلام رسول مہر ہیں، وہ لکھتے ہیں:

''ایک ملاقات میرے سامنے نواب ذوالفقار علی خان مرحوم کی دعوتِ طعام پر ہوئی تھی۔ حضرت علامہ نے بطور خاص فرمایا تھا کہ ہمیں مولانا آزاد کے پاس بٹھایا جائے تاکہ ان سے باتیں کر سکیں۔ میں نے اس کا انتظام کیا اور کھانے کے دوران میں دونوں بزرگ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹے تک باتیں کرتے رہے۔''

یہ تو تھی اقبال اور ابوالکلام کی خط و کتابت اور ملاقاتوں کی داستان، جس سے زندگی میں ان کے تعلقات پر روشنی پڑتی ہے۔ ۲۱ر اپریل ۱۹۳۸ء کو اقبال کا انتقال ہوگیا۔ مولانا آزاد کو اس کا شدید صدمہ ہوا۔ ۲۵ر اپریل ۱۹۳۸ء کو مولوی محی الدین احمد قصوری کے نام ایک خط میں بھی اس سانحہ پر ان الفاظ میں اظہار افسوس فرمایا:

''اقبال کی موت سے نہایت قلق ہوا
بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں''

مولانا مفتی محمد فرید مدظلہ
(شیخ الحدیث وصدر دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

مسلمانوں کے قبرستان میں قادیانی کی تدفین؟

گزشتہ دنوں چیچہ وطنی کے نواح میں ایک قادیانی مُردے کو مسلم قبرستان سے نکالنے کے لیے احرار کی قیادت میں مسلمانوں نے تاریخی کامیابی حاصل کی۔ اس مناسبت سے یہ فتویٰ شائع کیا جارہا ہے' تاکہ ہر جگہ مسلمانوں میں بیداری پیدا ہو۔ (ادارہ)

اِستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء کرام' اس مسئلہ میں کہ بعض قادیانی اپنے مردے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کردیتے ہیں اور پھر مسلمانوں کی طرف سے مطالبہ ہوتا ہے کہ ان کو نکالا جائے تو کیا قادیانی کا مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں اور مسلمانوں کے اس طرزِ عمل کا کیا جواز ہے؟ (سائل جاوید اقبال۔ بنوں)

الجواب: قادیانی کافر اور مرتد ہیں۔ کیونکہ قادیانی دعویٰ اسلام کے باوجود ضروریات اسلام سے' انکار کررہے ہیں اور اسی کو ارتداد کہا جاتا ہے۔ کسی کافر کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں ہے۔ (ہندیہ' ج ۱' ص ۱۵۹) بلکہ کفار اور مشرکین کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ مگر کافر کی تدفین' مسلمانوں کی تدوین سے متغائر ہے۔ کافر کو بغیر مراعات سنت لحد کے زمین میں دفنایا جائے گا۔ (البحر' ج ۲' ۱۹۱) اور مرتد کا تو کفار کے قبرستان میں بھی دفن کرنے کے لیے زمین دینا ممنوع ہے بلکہ بغیر غسل وکفن کے' کتے کی طرح کسی گڑھے میں گاڑا جائے گا۔ علامہ ابن نجیمؒ فرماتے ہیں:

اَمَّا الْمُرْتَدُّ فَلاَ یُغْسَلُ وَلَا یُکَفَّنُ وَاِنَّمَا یُلْقٰی فِیْ حَضِیْرَۃٍ کَا لْکَلْبِ وَلَا یُدْفَعَ اِلٰی مَنِ انْتَقَلَ اِلٰی دِیْنِھِمْ کَمَا فِیْ فَتْحِ الْقَدِیْرِ (البحر الرائق' ج ۲' ص ۱۹۱ و ھکذا فی الدر المختار)

لہٰذا کسی قادیانی کا مسلمانوں کے قبرستان میں دفنانا شرعاً جائز نہیں ہے اور اگر کسی جگہ مسلمانوں کے قبرستان میں قادیانیوں نے قادیانی کو دفن کردیا تو چونکہ مسلمانوں کا قبرستان صرف مسلمانوں کے لیے ہی وقف ہوتا ہے' کسی غیر کے لیے نہیں۔ لہٰذا اس صورت میں قادیانی غاصب متصور ہوں گے تو اس طریقے سے کافر کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کے جرم کے ساتھ جرم غصب بھی لازم آگیا اور اس کے ساتھ ذمی کے میت کو اگرچہ اسلام نے محترم ٹھہرایا ہے مگر کافر اور مرتد کو نہیں۔ (درمختار و بحر حوالہ بالا) اور اسی طرح درالمختار میں ہے عظم الذمی محترم الخ اور ردالمختار میں ہے:

قَوْلُہٗ عَظْمُ الذِمِّی مُحْتَرَمٌ اَلْخ فَلاَ یُکْسَر اِذَاوُ جِدَ فِیْ قَبْرِہٖ لِاَنَّہٗ کَمَا حُرِّمَ اِیْذَائُہٗ فِیْ حَیَاۃٍ اِلٰی قَوْلِہٖ وَاَمَّا اَھْلُ الْحَرْبِ فَاِنْ اَحْتِیْجَ اِلٰی نَبْشِھِمْ اَلْخ (ج ۱' ص ۲۶۸)

اور مرتد کالحربی ہے۔ چنانچہ جس طرح کہ حربی کے قتل سے قصاص واجب نہیں اسی طرح مرتد کے قتل سے بھی واجب نہیں۔ (ہندیہ) اور مسلمانوں کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ مسلمانوں کی کسی چیز بالخصوص کسی موقوف چیز پر کسی کافر کا غاصبانہ قبضہ بشرطیکہ قدرت توڑ نہ ڈالے۔ (ہندیہ ج ۲ ص ۴۴۷)

وَفِیْ الْحَدِیْثِ الْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُہٗ وَلَا یُسْلِمُہٗ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۲۲)

لہٰذا صورت مذکورہ میں علاقہ کے لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اس قادیانی میت کو مسلمانوں کے قبرستان سے نکال کر کسی گڑھے میں دفن کر دیں تاکہ ان جرائم کا ازالہ ہو جائے اور یہ صورت نبش حرام کی صورت نہ ہوگی کیونکہ غصب کی صورت میں مسلمان میت کا نبش بھی جائز ہے۔ اور کافر و مرتد کا تو بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ ہندیہ میں ہے: اَلْمَیِّتُ بَعْدَ مَا اُفِیَ دَفْنٍ بِمُدَّۃٍ طَوِیْلَۃٍ اَوْ قَلِیْلَۃٍ لا یسع اخراجہ من غیر عذرٍ والعذر ان یظھر ان الارض مغصوبہ (ج ۲ ص ۴۷۰)

اور اگر بالفرض یہ تدفین وہاں کے کسی مسلمان کی اجازت سے ہوئی ہو تو اس کا بھی شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے کیونکہ یہ حق کسی کو حاصل نہیں کہ جہتہ موقوف علیہا میں تغیر اور تبدل کر لیں۔

ردالمختار میں ہے: فَاِنَّ شَرَائِطَ الْوَاقِفِ مُعْتَبَرَۃٌ اِذَا لَمْ تُخَالِفِ الشَّرْعِ وَھُوَ مَالِکٌ فَلَہٗ اَنْ یَجْعَلَ مَالَہٗ حَیْثُ یَشَاءُ ...... الخ، ج ۳ ص ۳۹۵ فیہ / شَرْطُ الْوَاقِفِ کَنَصِّ الشَّارِعِ اَیْ فِیْ الْمَفْھُوْمِ وَالدَّلَالَۃِ وَوُجُوْبِ الْعَمَلِ ...... الخ اور اسی طرح یہ ظاہر ہے کہ کوئی مسلمان کسی کافر کو مسلمانوں کے حق دبانے کی اجازت دینے کا مجاز نہیں ہے۔ یہ بھی ملحوظ ہو کہ چونکہ قادیانی صورت مذکورہ میں مسلمانوں کے وقف کے غاصب ٹھہر گئے ہیں اور اس میں تصرف کر کے اپنی میت اس میں دفن کر دی ہے اور اسی طرح صورت میں ایسے وقف مغصوبہ کا استرداد ضروری ہے۔ لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو اپنے مغصوب وقف کا استرداد کر لیں۔ ہندیہ میں ہے:

وَلَوْ غصبھا من الوَاقِفِ اَوْ مِنْ وَالِیْھَا غَاصِبٌ اِلیٰ قَوْلِہٖ فَاِنْ کَانَ الْغَاصِبُ زَادَ فِیْ الْاَرْضِ مِنْ عِنْدِہٖ اِنْ لَمْ تَکُنْ الزِیَادَۃَ اِلٰی قَوْلِہٖ فَاِن یسترد الارض من الغاصب بغیر شیئی (ج ۲ ص ۴۴۷)

تنبیہ: اور جس طرح کہ ابتداء کافر اور مرتد کی تدفین مسلمانوں کے قبرستان میں ممنوع ہے اسی طرح بقاء بھی ممنوع ہے۔

یَدلُّہٗ عَلٰی ذٰلِکَ مَا فِیْ ھِنْدِیَۃٍ نصہ ھٰذا مقبرہ کانت من المشرکین ارادوان یَجْعَلُوْھَا لِلْمُسْلِمِیْنَ فَاِنْ کَانَ کَانَتْ اٰثارھم قَدِانْدَرَسَتْ فَلَابَاسَ بِذٰلِکَ وَاِنْ بَقِیَتْ اٰثَارُھُمْ بان بَقِیَ مِنْ عِظَامِھِمْ شَیْئٌ یُنْبَشُ وَیُقْبَرُ ثُمَّ یَجْعَلُ مَقْبَرَۃٌ لِلْمُسْلِمِیْنَ ...... الخ (ج ۲ ص ۴۶۹)

فلیتامل: اور مسلم شریف کی حدیث میں ہے من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ (ج ۱ ص ۵۱) اس لیے مسلمانوں پر اس منکر کا ازالہ ضروری ہے...... یہ "تحقیق باصواب ہے" حکومت اور واقفین اور مقامی بااثر اشخاص پر ضروری ہے کہ وہ اس میت کو نکلوائیں یا نکالیں۔"

(ماہنامہ "الحق" اکوڑہ خٹک)

پروفیسر خالد شبیر احمد
سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام

قسط ۱۲

اکابر اسلام اور قادیانیت

تبصرہ اور تجزیہ

یہ طویل اقتسابات مرزا بشیر الدین کا وہ تعارف ہے جو قادیانیوں نے خود عامتہ الناس اور خصوصاً مسلمانوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ اور اگر بفرض محال اس تعارف پر اعتراض کرتے ہوئے اسے سچ تسلیم کرنے سے انکار کر بھی دیا جائے تو کم از کم عام انسانوں کو یہ سب کچھ جو قادیانیوں کی اٹھارہ کتابوں کے اندر مرزا بشیر الدین کے بارے میں درج ہے' شک و شبہ میں تو ڈال سکتا ہے۔ جو چیز انسان کو شک میں مبتلا کر دے اسے شرعاً اور اخلاقاً دونوں لحاظ سے مسترد کر دینا فطری امر ہے۔ خود حضور اکرم ﷺ کی ایک حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ

''جو چیز تمھیں شک میں ڈال دے اسے ترک کر دو''

دودھ کے پیالے میں پیشاب کا قطرہ گرا یا نہیں گرا، یہ ایک الگ بحث ہے لیکن اگر آپ سے کوئی یہ کہ دے کہ اس دودھ میں پیشاب کا قطرہ پڑ گیا ہے تو کیا آپ ایسے دودھ کو پی جائیں گے؟ ہرگز نہیں، حالانکہ آپ نے اپنی آنکھوں سے پیشاب کو دودھ میں گرتے نہیں دیکھا، محض شک کی بنا پر ایسے مشکوک دودھ کو پینے سے گریز کرتے ہیں، حیرت تو ان لوگوں پر ہے جو اتنے گھناؤنے کردار کے انسان کو پیشوا تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔

حکیم نور الدین اور مرزا بشیر الدین بنیادی طور پر دونوں جھوٹے ہیں، دونوں مرتد ہیں اور دونوں کا دینی مؤقف اور بین الاقوامی سطح پر کردار برطانوی سامراج کے استحکام اور ملت اسلامیہ کے مفاد کے خلاف ہے۔ لیکن قاری کے ذہن میں یہ سوال تو ابھرتا ہے کہ آخر حکیم نور الدین پر ایسے الزامات کیوں نہ لگے، اور مرزا بشیر الدین پر اخلاقی الزامات کی بوچھاڑ کیوں ہے؟ پھر اتنے سخت نظام جبر کے تحت ایسے الزامات کا یوں ابھر کر سامنے آ جانا، نوجوان قادیانیوں کا بدظن ہو جانا اور دھمکیوں اور سزاؤں کے علی الرغم مرزا بشیر الدین کے خلاف باقاعدہ ایک تحریک کی شکل اختیار کر جانا، کیا ان الزامات کی سچائی کی دلیل نہیں؟ آخر ایسا کیوں ہے؟ اُن لوگوں نے جو ہر طرح کی قربانی دے کر قادیانیت کی آغوش میں آ گرے 'جنہوں نے اپنے عزیز و اقارب سے منہ موڑ لیا' جنہوں نے عامتہ الناس کی نفرت اور حقارت کے ہوتے ہوئے بھی قادیانیت کو قبول کر لیا۔ قادیانیت کے نظام جبر تک کو برداشت کر لیا۔ اپنی معاشی تنگی کے باوجود قادیانیت کے فروغ کے لیے چندے فراہم کیے، وہ کیوں مرزا بشیر الدین کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ پھر ان الزامات کے مقابلے میں قادیانیوں

کے استدلال انتہائی کمزور ہیں، اس ضمن میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اتنا بے دلیل، کھوکھلا اور جھوٹ پر مبنی ہے کہ پڑھنے والا مزید شک وشبہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مثلاً اس بات کا کیا جواب ہے کہ مرزا بشیر الدین ان تمام لوگوں کے خلاف نہ تو موکد بعذاب قسم اٹھاتے ہیں اور نہ ہی الزامات لگانے والوں کے خلاف کوئی قانونی چارہ جوئی کرتے ہیں۔ آخر کیا وجہ ہے کہ جو شخص عام حالات میں قادیانیوں کی کسی ادنیٰ درجے کی حکم عدولی کے جواب میں ہر ظلم روا رکھتا ہے، قادیان اور ربوہ سے اخراج، جماعت سے اخراج، انہیں دکانوں اور مکانوں سے بے دخل کرنے کے احکامات بڑی کثرت سے صادر کر دیتا ہے وہ اتنے بڑے الزامات جن سے اس کے تقدس کا سارا سنگھاسن ہی زمیں بوس ہو کے رہ جاتا ہے، جواب میں منقار زیر پر ہے۔ موکد بعذاب قسم اٹھانے سے گریز کرتا ہے۔ اور ایسے لوگوں کے خلاف قانونی کارروائی کرنے کی بجائے چپ سادھ لیتا ہے۔

''کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے''

میں نے اپنی تحریروں میں ان واقعات والزامات کا ذکر دانستہ نہیں کیا جو قادیانیوں نے مرزا بشیر الدین پر عائد کیے ہیں۔ محض ان دو کتابوں کے دیباچوں سے اقتباس پیش کیے ہیں۔ دراصل یہ ''کوک شاستر'' آپ کے سامنے رکھنے کی مجھ میں ہمت ہی نہیں تھی۔ اور نہ ہی میں اپنی کتاب کے تقدس کو مجروح کرنے کے حق میں تھا۔ ورنہ آپ کے سامنے ایسے واقعات والزامات کی ایک طویل داستان ہوتی جسے پڑھ کر آپ حیرت میں ڈوب ڈوب جاتے اور شرم سے پانی پانی ہو جاتے کہ انسان جب کردار وعمل کے زینے سے لڑھکتا ہے تو کس حد تک گرتا چلا جاتا ہے۔ ثم رددنہ اسفل سافلین کی تفسیر اس باعث عبرت شخص مرزا بشیر الدین محمود کی زندگی کے ان واقعات میں موجود ہے۔ نہ جانے قادیانی کس منہ سے ایسے شخص کو دنیا کے سامنے مذہبی پیشوا کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں، ہم اس پر قادیانیوں کو سوائے اس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ

''شرم تم کو مگر نہیں آتی''

مصری کی ایک مثال

صرف ایک شخص عبدالرحمٰن مصری کی مثال سے بات واضح ہو جاتی ہے۔ قادیانیوں کے درمیان ایک منفرد اور ممتاز حیثیت کا مالک جب مرزا بشیر الدین کے کردار پر انگلی اٹھاتا ہے اور ان حقائق کو بے نقاب کرتا ہے جو مرزا بشیر الدین کی زندگی کا لازمہ بن چکے تھے تو بجائے اس کے اس کی تسلی کرائی جاتی اور باقاعدہ تحقیق وتفتیش ہوتی۔ جرم کے ثابت ہونے پر خلیفہ صاحب کو ان کے منصب سے الگ کر دیا جاتا، اس کی بجائے مصری کے بارے میں ''تاریخ احمدیت'' کی جلد ہشتم کے صفحہ ۳۵۳ پر ''ایک اندرونی فتنہ'' کے عنوان سے جو کچھ لکھا گیا ہے، اسے پڑھ کر پڑھنے والا مرزا صاحب کے کردار کے بارے میں مزید شکوک وشبہات کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس کتاب میں عبدالرحمٰن مصری کی بشیر الدین کے ساتھ والہانہ عقیدت کا ذکر بڑی تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ ۱۹۵۵ء میں ہندوازم ترک کر کے قادیانیت اختیار کرنے والا یہ شخص (لالہ

شنکر داس) قادیانیوں کے ہاں اپنے خلوص کی وجہ سے بہت جلد ایک نمایاں مقام حاصل کر جاتا ہے۔ حکیم نورالدین کے دور میں اسے مصر کے اندر انگریزوں کیلیے جاسوسی کرنے کے کام پر مامور کیا جاتا ہے تو وہ بڑی کامیابی سے اپنے فرائض سرانجام دیتا ہے اور اعزاز پاتا ہے۔ اور جب مارچ ۱۹۱۴ء میں مرزا بشیر الدین محمود کی خلافت کو تسلیم کرتا ہے تو مرزا صاحب کے ساتھ اپنی عقیدت کا اظہار ایک خط کے ذریعے یوں کرتا ہے۔

''جس طرف حضرت خلیفۃ المسیح 'آپ مجھے لگائیں گے' میں تو وہی کام کروں گا۔ میں نے اپنا معاملہ اپنی مرضی پر نہیں رکھا ہوا۔ دین اسلام کی خدمت کرنا میری غرض ہے۔ اس غرض کے لیے مناسب کام تجویز کرنا' میں نے اپنی عقل وفکر پر نہیں چھوڑا ہوا بلکہ آپ کے سپرد ہے جس کام پر آپ لگائیں گے' وہ دینی خدمت ہے۔ دین کا جوش اور غم جو آپ کو ہے اور کسی کو نہیں۔'' (تاریخ احمدیت' جلد ہشتم)

ساتھ ہی اسی کتاب ''تاریخ احمدیت'' جلد ہشتم کے صفحہ ۳۶۱ پر عبدالرحمٰن مصری کے بارے میں یہ بھی تحریر ہے:

''۱۹۱۵ء میں جب شیخ عبدالرحمٰن مصری بن کے واپس آئے تو حضرت خلیفۃ المسیح کو بذریعہ رویاء خبر دی گئی کہ شیخ صاحب کا خیال رکھنا' یہ مرتد ہو جائیں گے۔ چنانچہ اسی بنا پر حضور نے صدر انجمن کو توجہ دلائی کہ ان کا خاص خیال رکھا جائے۔''

ایسے رویائے اکثر و بیشتر مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے خلفاء کو ہوتے رہتے ہیں۔ جن کی تشہیر واقعہ کے سرزد ہونے کے بعد ہوتی ہے۔ اس میں کیا مصلحت ہے؟ بات بالکل واضح ہے' یہاں پر بھی یہی صورت حال ہے۔ تأثر دیا جا رہا ہے کہ مصری صاحب کی بغاوت کا حضرت صاحب کو پہلے ہی سے علم تھا اور یہ بات انہیں رویاء کی صورت میں بتا دی گئی تھی۔ پھر تاریخ احمدیت جلد ہشتم کے صفحہ ۳۶۴۔۳۶۳ پر وجہ نزاع مضحکہ خیز حد تک کمزور بتائی جا رہی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

''اس طویل اقتباسات نقل کرنے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ایک ایسے شخص کی نسبت جو ۱۹۱۴ء سے ۱۹۳۵ء تک خلیفۃ المسیح الثانی کے منجانب اللہ خلعت خلافت عطا کئے جانے اور قادیان کے پاکیزہ اور خدا نما ماحول کا چرچا کرتا آ رہا ہو' کسی کے واہمہ میں بھی نہیں آ سکتا تھا کہ وہ خلیفۂ وقت اور مرکز سلسلہ سے برگشتہ ہو سکتا ہے۔ مگر خدائی نوشتے ہو کر رہتے ہیں۔ آخر وہی ہوا جس کی خبر حضرت خلیفۃ المسیح کو ۱۹۱۵ء میں دی گئی تھی۔ یعنی مصری صاحب پر یکایک یہ راز کھلا کہ انبیاء کی وفات کے بعد پہلا خلیفہ ہی خدائی انتخاب ہوتا ہے' باقی منتخب شدہ خلفاء آیت استخلاف کے ماتحت نہیں آتے اور متنازعہ فیہ خلافت پہلی نہیں ہے بلکہ دوسری ہے۔ اور اس لیے یہ آیت استخلاف کے ماتحت نہیں آ سکتی اور جب یہ آیت استخلاف کے ماتحت نہیں آتی تو پھر اس کا انتخاب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔''

یہ بحث تو اپنی جگہ رہی کہ متذکرہ استدلال درست ہے یا پھر غلط۔ اس تحریر کو پڑھیں۔ صاف طور پر بات واضح

ہو جاتی ہے کہ ایک فرد جو مرزا بشیر الدین محمود کو ۱۹۱۴ء سے خلیفہ تسلیم کرتا چلا آ رہا ہے' اس کے ہر حکم کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہے۔ اس کے احترام میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتا' کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا۔ ۱۹۱۴ء سے لے کر ۱۹۳۵ء تک ایک طویل عرصہ ہے۔ اکیس سال کے اس طویل عرصے کے بعد یک دم وہ کیسے اپنے خلیفہ کی خلافت کو متنازعہ کہہ کر موضوع بحث بنا سکتا ہے۔ کیا حالات و واقعات کی روشنی میں کسی اور وجہ اختلاف کا امکان نہیں؟ آخر وہ کیا محرکات و وجوہات ہیں جو شیخ عبدالرحمٰن مصری جیسے مقتدر قادیانی کو مرزا بشیر الدین محمود جیسے جابر خلیفہ کے خلاف بغاوت پر آمادہ کر رہے ہیں۔ اُسے مجبور ہو کر بقول ''تاریخ احمدیت'' تین خطوط سب و شتم سے بھرے ہوئے' مرزا بشیر الدین کو لکھنے پڑے۔ ظاہر ہے کہ اصل واقعہ چھپایا جا رہا ہے اور اس کی جگہ ایک دوسری بے سر و پا بات وجہ نزاع کے طور پر قارئین کے سامنے پیش کی جا رہی ہے۔ لیکن حقیقت کہاں چھپتی ہے وہ تو مزید اجاگر ہو کر سامنے آ گئی۔ ثبوت کے طور پر تاریخ احمدیت' جلد ہشتم کے صفحہ ۳۶۴ پر مصری صاحب کے خط کا درج ذیل متن صاف اعلان کر رہا ہے کہ ہر دو کے درمیان اصل وجہ نزاع و اختلاف خلافت کا معاملہ نہیں ہے بلکہ مرزا بشیر الدین کا گھناؤنا کردار ہے۔ جس کی وجہ سے مرزا صاحب بقول مصری صاحب خلافت کے اہل ہی نہیں رہتے۔ ملاحظہ فرمائیں:

''اس نظریے پر بنیاد رکھ کر ۱۰، ۱۴ اور ۲۳ جون ۱۹۳۷ء سیدنا خلیفۃ المسیح ثانی کو سب و شتم سے بھرے ہوئے تین خطوط لکھے جن میں دیگر ناشائستہ اور ناملائم باتوں کے ساتھ یہ بھی لکھا: ''میں آپ سے الگ ہو سکتا ہوں' جماعت سے الگ نہیں ہو سکتا کیونکہ جماعت سے علیحدگی ہلاکت کا موجب ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے اور چونکہ دنیا میں کوئی ایسی جماعت نہیں جو حضرت مسیح الموعود کے لائے ہوئے صحیح عقائد و تعلیم پر قائم ہو' بجز اس جماعت کے جس نے آپ کو خلیفہ تسلیم کیا ہوا ہے۔ اس لیے میں دو راہوں میں سے ایک ہی اختیار کر سکتا ہوں یا تو میں جماعت کو آپ کی صحیح حالت سے آگاہ کر کے آپ کو خلافت سے معزول کرا کر نئے خلیفہ کا انتخاب کراؤں اور یہ راہ پر خطر ہے اور یا جماعت میں آپ کے ساتھ مل کر اس طرح رہوں' جس طرح میں نے اوپر بیان کیا ہے۔

پس اگر آپ توبہ کرنے کے لیے تیار نہیں تو مجھے اپنی بیعت سے علیحدہ سمجھ لیں۔ کیونکہ ایسے آدمی کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہیں دے سکتا...... ہاں...... میں جماعت کا باقاعدہ فرد ہوں' جماعت سے الگ نہیں ہو سکتا۔ آپ کی بیعت کا جُوا اپنی گردن سے اتارنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ میں آزاد ہو کر جماعت کے دوسرے خلیفہ کے انتخاب کی طرف توجہ دلا سکوں۔ اگر آپ اس توبہ پر راضی ہوں تو میں آپ کا خادم ہوں اور ان شاء اللہ رہوں گا ورنہ جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے' میں آپ کے ساتھ قطعاً نہیں رہ سکتا۔''

بلی تھیلے سے باہر آ گئی، بات واضح ہو گئی۔ معترض دراصل اپنے خلیفہ سے توبہ کرنے کا مطالبہ کر رہا ہے۔ خلافت

کوتوبہ کے ساتھ مشروط کر رہا ہے کہ وہ توبہ کرلیں تو وہ ان کا خادم ہے یعنی ان کی اطاعت کا پابند ہے اور اگر توبہ نہیں کرتا تو پھر ان کی خلافت کا جُوا اپنی گردن سے اتارنے کا قطعی فیصلہ کر چکا ہے۔ تاکہ ان کی جگہ کسی اور کی خلافت کے لیے آزادی کے ساتھ تگ ودو کر سکے۔ آخر وہ کیا بات ہے جس کے لیے توبہ کا تقاضا کیا جا رہا ہے۔ اسے بیان نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ چھپانے کی ناکام کوشش کی جارہی ہے۔ آیئے! ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ وہ کیا بات ہے؟ ذیل میں شیخ عبدالرحمٰن کا وہ خط پیش کیا جا رہا ہے جو انہوں نے مرزا بشیرالدین کو لکھا۔ جس سے صورت حال کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

(جاری ہے)

مرکز احرار چیچہ وطنی میں توسیع کیلئے جگہ کی خریداری اور تعاون کی

اپیــــــل

مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی نے اپنی تنظیمی، تحریکی، تبلیغی اور تعلیمی سرگرمیوں بالخصوص عصرِ حاضر کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے "دعوت وارشاد" "تحفظ ختم نبوت" اور "نشر واشاعت" کے شعبوں کو مزید منظم و مربوط اور مؤثر بنانے کے لیے دارالعلوم ختم نبوت جامع مسجد چیچہ وطنی میں توسیع کے لیے مدرسہ سے متصل جنوبی جانب پانچ مرلے سے زائد جگہ چار لاکھ ساٹھ ہزار روپے میں خریدی ہے۔ زرِ بیعانہ ادا کر دیا گیا ہے جبکہ مارچ 2003ء کے آخر تک مکمل ادائیگی کرنی ہے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ!

جملہ اہل خیر سے درخواست ہے کہ اس کام میں زیادہ سے زیادہ خود بھی تعاون فرمائیں اور اپنے ماحول میں احباب کو تعاون کے لیے آمادہ کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

ترسیل زر اور رابطہ و معلومات کیلئے

عبداللطیف خالد چیمہ
دفتر مجلس احرار اسلام
دارالعلوم ختم نبوت، جامع مسجد چیچہ وطنی، پاکستان
فون: 0445-482253

COLLECTION ADDRESS IN U.K.

SH. ABDUL WAHID
25 ROWAND AVE
GIFFNOCK 7PE
GLASGOW G46 (U.K.)
TEL:0141 6211325
9443018

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 1306 نیشنل بینک آف پاکستان، جامع مسجد بازار چیچہ وطنی

اکاؤنٹ بنام: دارالعلوم ختم نبوت (نوٹ: رقم بھیجتے وقت مد کی صراحت فرمائیں)

ثناء اللہ سعد شجاع آبادی

''عالم دین'' کہلوانے کا شوق اور اس کی تکمیل کے اسباب

محترم رشید قیصرانی کے جواب میں

فاتح قوموں کا اپنی مفتوح اقوام کے ساتھ سلوک ہر دور میں عبرتناک ہوتا ہے۔ وہ ان کی ایک بہت بڑی تعداد کو گاجر مولی کی طرح کاٹنے پر ہی اکتفاء نہیں کرتیں بلکہ باقی ماندہ میں سے معززین کو ہمیشہ کے لیے ذلیل کرنے کے انتظامات بھی کرتی ہیں۔ وہ ان کے صرف ہاتھ پاؤں ہی نہیں باندھتیں بلکہ ان کے ذہنوں کو بھی غیر مرئی زنجیروں سے جکڑ دیتی ہیں۔ نسل در نسل غلام پیدا کرنے کے لیے ایسا ضروری ہوتا ہے۔ حال ہی میں امریکہ نے افغانستان کو ''فتح'' کرنے کے بعد وہاں پر جو نظام تعلیم رائج کیا اور جو نصاب ترتیب دیا' اس پر تباہ حال افغانوں کی دبی دبی آہیں اور سسکیاں چند ماہ قبل اخبارات کے ذریعے سنائی دی تھیں۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے برصغیر پر قبضے اور سلاطین دہلی کے انجام کو پہنچنے کے بعد انگریز بہادر نے ہندوستانی درس گاہوں سے اسلامی علوم اور فارسی زبان کو دیس نکالا دینے کے لیے ۱۸۳۴ء میں انگریزی تعلیم کا اجراء کیا۔ اس موقع پر جو نظام تعلیم مرتب کیا گیا' اس کا اصل موجد لارڈ میکالے تھا۔ جس نے اپنے وضع کردہ نظام کے حق میں دلائل دیتے ہوئے واشگاف الفاظ میں کہا تھا ''ایک زمانہ آئے گا کہ ہندوستان مغربیت کا جامہ اختیار کرے گا اور یہ قوی امید ہے کہ ایک ایسا طبقہ پیدا ہوگا جو خون اور رنگ کے اعتبار سے ہندوستانی مگر خیالات اور تمدن میں انگریز ہوگا۔''

یاد رہے کہ انگریز نے حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی اور میدان مزاحمت میں بھی خم ٹھونک کر مسلمان ہی آتے تھے۔ ہندو یا دیگر اقوام ثانوی حیثیت رکھتی تھیں۔ لہٰذا انگریز نے بھی اپنی اصل ''انگریزی'' کا ہدف مسلمان ہی کو بنایا۔ دینی مدارس اور ان کے مصارف و اخراجات کے لیے قائم کردہ اوقاف و وظائف کو ختم کیا اور ۱۸۴۹ء سے ملازمتوں میں انگریزی دانوں کو ترجیح دی جانے لگی۔ ضرورت ایجاد کی ماں ہوتی ہے۔ سرسید احمد خان نے ان حالات میں علی گڑھ میں مسلمانوں کو انگریزی تعلیم دینے کے لیے مرکز قائم کیا۔ جبکہ علماء کی ایک جماعت مسلمانوں کے تہذیب و تمدن کے بقاء و احیاء کے لیے میدان میں اتری اور اس نے جابجا دینی مدارس قائم کرنے کی داغ ڈالی۔ جس کی ابتدائی صورت یہ تھی کہ درختوں اور دیواروں کے سائے تلے اور خستہ و خراب حجروں میں صرف و نحو، قرآن و حدیث، فقہ و کلام کی تعلیمات دی جانے لگیں۔ جگہ جگہ یہ حلقہ ہائے علم و تعلیم ان پیکران علم و عرفان اور زہد و تقویٰ کی سرپرستی میں جاری ہوئے' جن کی آمدنی کا کوئی وسیلہ نہیں تھا۔ یہ لوگ کئی کئی وقت کے فاقے برداشت کر جاتے، سوکھوں ٹکڑوں کو پانی میں بھگو کر پیٹ میں اتار لیتے، کئی کئی میل کے فاصلے پر جا کر مسلمانوں کی بچی کھچی روٹیاں لا کر کھاتے مگر ''قال اللہ و قال الرسول'' کی صداؤں میں مگن رہتے۔ تاریخ گواہ ہے کہ انہی فاقہ کشوں نے نام

برصغیر کے لیل و نہار کو اپنے خونِ جگر سے سینچ کر اسے غاصب انگریز سے آزادی کے شمس بازغہ سے منور کیا ہے۔ پاکستان میں بھی ان لوگوں نے جدیدیت و مغربیت اور الحاد و کج روی کے سارے طوفانوں کا مقابلہ کرتے ہوئے قرآن و سنت کی ٹھوس تعلیم کا بندوبست کیا ہے اور کتاب و سنت اور فقہ اسلامی کے ایسے ماہرین مسلسل پیدا کیے ہیں جن کے علم و فضل اور دیانت و امانت پر قوم اعتماد کر سکے۔ چنانچہ عام مسلمانوں نے دینی مسائل کے حل کے لیے ہمیشہ ایسے "علماء دین" ہی سے رجوع کیا ہے جو دینی مدارس سے مستفید ہوں۔ جبکہ لارڈ میکالے کے فیض یافتگان اور وابستگان و فرزندگان کی نظر میں علوم نبوت کے یہ ماہرین اتنی رذیل و گھٹیا مخلوق ہیں کہ نہ کسی نظام کی اصلاح کے لیے ان سے مشورہ لیا جا سکتا ہے نہ جدید درس گاہوں میں علوم نبوت کی تدریس ہی کا انہیں اہل سمجھا جاتا ہے۔ جب تک کہ ان کے نام کے ساتھ ڈاکٹریٹ یا بی اے اور ایم اے کا سابقہ و لاحقہ نہ ہو۔ انگریزی تہذیب میں رچے بسے ہوئے مسلمان بالخصوص جب مناصب و اقتدار پر براجمان ہوتے ہیں تو حسبِ بقدر علماء دین کو اپنی چاند ماری کا نشانہ بنانے سے نہیں چوکتے۔ ان کی ڈگریاں تعصب و تفاخر اور غرور و تکبر کی دستاویز بن چکی ہیں۔ اور ان کی حقارت و تذلیل کا نشانہ وہی علماء دین بنتے ہیں جنہوں نے ان کی بھرپور لاتعلقی کے باوجود ان کے تشخص کو برقرار رکھا ہے۔

ایوب خان کے دور حکومت میں ایک ضلع کے ڈپٹی کمشنر نے ایک تحصیل کا دورہ رکھا اور لوگوں سے کہا کہ اپنے علاقہ کے شرفاء کے نام پیش کریں۔ کسی منچلے نے ایک مولوی صاحب کا نام بھی پیش کر دیا۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے پوچھا ان کی تعلیم؟ جواب ملا "حافظ قرآن ہیں۔" ڈپٹی صاحب نے کہا کہ "بھئی میں ان کی تعلیم پوچھ رہا ہوں۔" جواب ملا "یہ قرآن و سنت اور فقہ اسلامی کے ماہر عالم دین ہیں۔" ڈپٹی صاحب نے پھر کہا "میاں! میں یہ پوچھ رہا ہوں کہ ان کی تعلیم کیا ہے؟" جواب ملا "یہ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور سند یافتہ ہیں۔" اب ڈپٹی صاحب نے تیز لہجے میں کہا کہ "میں یہ دریافت کر رہا ہوں کہ یہ پرائمری یا مڈل پاس ہیں یا انہوں نے میٹرک کیا ہے۔ میں تعلیم پوچھ رہا ہوں۔"

یہ لطیفہ یا واقعہ اس زمانے کا ہے جب علماء کرام کی سندات کو پاکستانی قوانین کی رو سے فی الواقع کوئی حیثیت و اہمیت حاصل نہیں ہوئی تھی۔ لیکن پھر بھی علماء کرام کا عوام میں اس قدر اثر و رسوخ حاصل تھا کہ حکومت کے تجدد پسندانہ عزائم کے خلاف علماء کی ایک ہی کال پر پورے ملک میں احتجاج کی لہر اٹھ کھڑی ہوتی اور حکومتیں اپنی ناکامی پر بوکھلا اٹھتی تھیں۔ صدر ایوب کو یہ دکھ کھائے جا رہا تھا کہ کراچی سے پشاور اور ڈھاکہ سے سلہٹ تک ہلچل برپا ہو جاتی ہے، چنانچہ اسلامیہ کالج پشاور کے "ڈین" صاحب کو اس غرض سے مصر بھیجا کہ وہ جائزہ لیں کہ حکومت مصر نے علماء پر کس طرح کنٹرول کیا ہوا ہے، تاکہ اس کی روشنی میں پاکستانی علماء کو پابند رکھنے کی منصوبہ بندی کی جا سکے، چنانچہ ڈین صاحب مصر تشریف لے گئے اور واپسی پر تمام مساجد اور مدارس عربیہ کو حکومتی تحویل میں لے لینے کا نسخہ تجویز فرمایا۔ ایوب صاحب نے مدارس عربیہ پر قبضہ کرنے کا عزم مصمم فرما لیا تو ڈین صاحب گویا ہوئے "حضور! مصر اور پاکستان کے حالات مختلف ہیں، ہماری سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ اگر ہم مدارس کو حکومت کے قبضے میں لے لیں تو مولانا محمد یوسف بنوری جیسے علماء مدارس کی بجائے مسجدوں کی چٹائیوں پر بیٹھ کر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیں گے۔ عرب ممالک میں تو عوام کو مدارس میں چندہ دینے کی عادت نہیں مگر پاکستان میں ایسے علماء ہیں کہ اگر

انہوں نے مساجد میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تو عوام اور مخلصین انہیں بغیر رسید کے چندہ دیں گے اور مسجدوں میں پھر سے نئے آزاد مدرسے قائم ہو جائیں گے، حکومت کے سرکاری مدارس میں تو دینی علوم پڑھنے کوئی نہیں آئے گا، اس طرح ہمارا منصوبہ خاک میں مل جائے گا۔''

صدر ایوب نے ڈین صاحب کو دینی مدارس کے لیے نیا نصاب تعلیم بنانے کا حکم دیا، ڈین صاحب حیدرآباد یونیورسٹی کے داؤد پوتا صاحب کے ہمراہ کراچی تشریف لے گئے اور مولانا محمد تقی عثمانی کے والد مولانا مفتی محمد شفیعؒ اور جامعہ علوم اسلامیہ کے مہتمم مولانا محمد یوسف بنوریؒ سے ملاقات کی اور انہیں نصاب تعلیم میں ترمیم کا مشورہ دیا۔ مولانا بنوریؒ نے انکی پوری تقریر سن کر فرمایا

''مدارس عربیہ کا نصاب تعلیم کون بنائے گا؟ حدیث، تفسیر اور فقہ کے نصاب مرتب کرنے میں' آپ جیسے سرکاری ملازمین کی کیا حیثیت ہے؟ نصاب تو علماء راسخین ہی بنا سکتے ہیں اور وہی بنائیں گے۔''

ڈین صاحب بولے وہ علماء راسخین کون ہوں گے؟

آپ نے فرمایا ''یہ کام یوسف بنوری اور مفتی محمد شفیع صاحب کا ہے، آپ کون آئے نصاب بنانے والے۔''

(اشاعت خاص ماہنامہ بینات کراچی' محرم ۱۳۹۸ھ)

آج بھی یہ حقیقت ہے کہ ہمارے علماء ''دینیات''میں اس قدر مہارت رکھتے ہیں کہ بغیر کسی فخر ومباہات کے کہا جا سکتا ہے کہ بہاؤ الدین زکریا و پنجاب یونیورسٹی کا کوئی پی ایچ ڈی بھی دوران درس جا کر ان کی شان علمیت کو جانچے تو خود کو طفل مکتب تسلیم کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کے مقتدر طبقہ کو بالآخر درس نظامی کے فضلاء کی سندات کو ایم اے عربی و اسلامیات کے مساوی تسلیم کرنا پڑا۔ اور پاکستان کے عوام جو علماء اسلام کے پہلے ہی سے قدر دان تھے۔ انہوں نے افغانستان کے بہانے پاکستان پر حالیہ امریکی یلغار کے بعد علماء امت ہی کو ملک وملت اور اسلامی تہذیب وتمدن کا امین گردانتے ہوئے اکتوبر ۲۰۰۲ء کے الیکشن میں بھاری اکثریت سے کامیاب کرا کر قومی اسمبلی کے ایوان تک پہنچا دیا، یہ بات ہمارے جدید تعلیم یافتہ مہربانوں سے برداشت نہیں ہو پا رہی۔ چنانچہ اب ایک بار پھر ہمارے ارباب علم ودانش کو مولوی اور عالم دین کے حوالے سے کچھ نئے خیالات سوجھنے لگے ہیں۔ جناب رشید قیصرانی نے ۲۸ دسمبر ۲۰۰۲ء بروز ہفتہ کے روزنامہ ''جنگ'' ملتان کے ذریعے ایک سوال خوبصورت چوکھٹے میں ٹانک کر پیش فرمایا ہے کہ'' جب ہمارا دین ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسانی حیات کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے تو پھر عالم دین کی اصطلاح صرف ایک مخصوص طبقے کیلیے کیوں استعمال کی جاتی ہے، ایک مسلمان ڈاکٹر یا سائنسدان یا ماہر اقتصادیات کو ہم عالم دین کیوں نہیں کہتے؟''

ہم یہ تو نہیں کہتے کہ قیصرانی موصوف کو'' عالم دین'' کی اصطلاح پر قابض ایک ''مخصوص طبقہ'' سے حسد پیدا ہونے لگا ہے' البتہ یہ ضرور کہیں گے اس سوال کے ذریعے موصوف نے اپنی علمیت ضرور آشکار کر دی ہے۔ اس پر ہمیں ایک واقعہ یاد آ گیا۔ ضیاء الحق مرحوم کے دور حکومت میں انہی کی بلائی گئی ''اجتہاد کانفرنس'' میں اندرون و بیرون ملک کے بڑے بڑے

سکالرز نے ضرورت اجتہاد کے موضوع پر اپنے علمی مقالات پیش فرمائے۔ سامعین کی بڑی تعداد ججوں اور وکلاء پر مشتمل تھی۔ مفتی محمودؒ کو بھی مقالہ پیش کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔ لیکن مفتی صاحب نے مقالہ پڑھنے کی بجائے فی البدیہہ تقریر کی اور دوران تقریر فرمایا:

''اصول فقہ میں اجتہاد کی بڑی بڑی شرائط ذکر کی گئی ہیں' مگر میں ان شرائط کو نظر انداز کرتا ہوں' لیکن اتنا عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مجتہد کے لیے کم از کم ناظرہ قرآن پڑھے ہوئے ہونے کی شرط تو ہونی چاہیے۔''

اور پھر پہلی صف میں کرسی نشینان عدل و انصاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ''پہلے ان کو ناظرہ قرآن تو پڑھوالو۔'' مفتی صاحب کے اس فقرے پر جج صاحبان کے منہ لٹکے رہ گئے۔

قیصرانی صاحب! آپ کو بذات خود عالم دین کہلوانے کا شوق ہے یا جن اوصاف سے متصف ماہرین کو آپ ''عالم دین'' بھی کہلوانا چاہتے ہیں' اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ سنت رسول اپنے چہرے پر سجالیں' ان شاء اللہ کچھ نہ کچھ لوگ آپ کو عالم دین کہہ ہی دیا کریں گے۔ ورنہ اس شوق کی تکمیل بہت مشکل ہے۔ کیونکہ جس شخص کو علم دین کی اصطلاح کے بارے میں واجبی سا علم بھی نہ ہو' اسے عالم دین کہا جائے تو کیونکر؟ یاد رکھیے! دین ایک ''کُلّی'' کا نام ہے اور آپ کی پیش کردہ اصناف محض جزئیات ہیں۔ کسی ایک جزئی کی مہارت سے کوئی آدمی ''کُلّی'' میں ماہر کیسے ہوسکتا ہے؟ جبکہ وہ باقی تمام جزئیات سے قطعی کورا ہو۔ یہ تو ایک عام قاعدے کی بات ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس دین کی محبت سے سرشار ہو کر اور اس پر ایک مخصوص طبقے کی ''اجارہ داری'' سے نالاں ہو کر آپ اپنے بارے میں عالم دین کہلوانے کے استحقاق کی دلیل دے رہے ہیں' اسی دین کے پیامبر ﷺ نے جس ''علم'' کو فرض قرار دیا، جس کے فضائل ومناقب ارشاد فرمائے اور دور دراز کے سفر کی تلقین کی' اس سے مراد محض فرائض (قرآن وحدیث) کا علم ہے۔ اور ''علم'' کی اصطلاح بھی محض اسی کے لیے وضع فرمائی گئی ہے۔ اس کے علاوہ باقی تمام ''فنون'' اور ''ہنر'' ہیں' جنہیں بقدرِ ضرورت سیکھنا جائز قرار دیا ہے۔ جس قدر انسانی ضروریات بڑھتی جائیں گی' اسی قدر ان کا سیکھنا جائز ہوتا چلا جائے گا۔ یہ درست ہے کہ انسان کی معلومات' جس قدر اس دنیا اور اس کے حقائق پر زیادہ ہوں گی۔ اسے دین میں اتنی ہی زیادہ بصیرت حاصل ہوسکے گی۔ بشرطیکہ وہ کسی ایک پر اڑ کر نہ رہ جائے۔ جو شخص علم ہیئت، کیمیا، طبیعات وغیرہ کے ذریعے سے ''دنیا کا علم'' خوب حاصل کر لے' اس پر دینی اصطلاحات جاری نہیں ہوسکیں گی۔ جب تک وہ قرآن وحدیث اور اس کے معاون علوم پر دسترس حاصل نہ کر لے۔ خلاصہ یہ کہ جو بھی صاحب عالم دین کہلوانے کا شوق رکھتے ہیں۔ انہیں قرآن وحدیث کے سامنے اپنے قیمتی اوقات اور ذہنی صلاحیتیں نچھاور کرنا ہوں گی۔ پھر ان کی برکت سے رب ذوالجلال ان کے قلوب واذہان کو علم دین کے نور سے منور کر کے عالم دین بنادے گا۔ بصورت دیگر

ایں خیال است ومحال است وجنوں!

''شہر میں آ کر پڑھنے والے بھول گئے''

گزرے ہوئے دور کی بات ہے۔ میری مالی حالت اچھی نہ تھی۔ گزارا بڑی مشکل سے ہوتا تھا۔ میں نواں مزنگ سعدی پارک لاہور میں' ایک کرائے کے کمرے میں رہتا تھا۔ دفتر کے بعد ٹیوشن کے لیے صبح کا نکلا ہوا' رات نو بجے کے قریب گھر واپس آتا کہ روٹی تو کسی طور کما کھائے مچھندر۔ انشاء جی کی طرح بجنی کے ناراض ہونے کا بھی کوئی خدشہ نہ تھا۔ کہ اس نے بھی اپنے آپ کو حالات کے مطابق ڈھال لیا تھا۔ ایک رات واپسی پر بیوی نے بتایا کہ آج آپ کے کوئی دوست طاہر صاحب آئے تھے۔ پیغام دے گئے ہیں کہ ''ضروری کام ہے' مجھے ملیں۔'' دوسرے دن میں اپنے دوست سے ملنے چلا گیا۔ کہنے لگا ''میری منگیتر بارہویں جماعت کی طالبہ ہے۔ میری ساس نے ٹیوٹر کی فرمائش کی ہے۔ آپ نے پڑھانا ہے۔'' میں نے اسے معذرت کی کہ سردیوں کا موسم ہے۔ میں پہلے ہی رات گئے گھر آتا ہوں۔ نواں مزنگ سے وحدت کالونی کافی دور ہے مگر میرا دوست بضد تھا۔ کہ آپ ہی پڑھائیں گے۔ امتحان میں دو ماہ رہ گئے تھے۔ دوست نوازی کے جذبے سے معمور' میں اپنے دوست کی منگیتر کے ہاں جانے لگا۔ تیسرے دن کا واقعہ ہے' میرے ایک بہت ہی قریبی عزیز جو اسی کالونی میں رہتے تھے' مل گئے۔ دعا سلام کے بعد پوچھنے لگے ''کہاں؟'' میں نے بتایا کہ یہاں پڑھانے آتا ہوں۔ کہنے لگے۔ ''ہیں! اس گھر میں۔ یہ تو ایک طوائف خانہ ہے۔ کالونی کے لونڈے لوارے یہاں عام آتے جاتے دیکھے گئے ہیں۔ شدید سردی میں' میں پانی پانی ہو گیا۔

کہاں مے خانے کا دروازہ غالب اور کہاں واعظ
پر اتنا جانتے ہیں کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

خیر! جوں توں کر کے میں نے دو ماہ گزارے۔ میرا دوست شہر کے ایک متمول گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ انتہائی سنجیدہ اور زیرک! مجھے اس سے یہ امید نہ تھی۔ میں سمجھتا تھا۔ اس کی منگیتر کوئی اس کی کزن ہوگی مگر دولت کی تباہ کاریوں سے کون انکار کر سکتا ہے۔ جہاں دولت آئی' عیاشی ساتھ لائی اور

دولت میں سکوں حسن میں ایثار کا جذبہ
سو بار تجھے کہہ جو دیا ہے کہ نہیں ہے

میرے اس دوست کے والدین اُس کی شادی' خاندان میں کرنا چاہتے تھے۔ مگر وہ بضد تھا کہ شادی کرے گا تو اُسی حرافہ سے کرے گا۔ طاہر کے ماں باپ طوائف زادی کے نام سے بدکتے تھے۔ کہ خاندان میں تھوئی تھوئی ہوگی، لوگ کہیں کا نہیں چھوڑیں گے۔ طاہر کے چچا کی بیٹی، طاہر کے بڑے بھائی سے بیاہی ہوئی تھی۔ چچا کا کہنا تھا اگر طاہر کی شادی وہاں کی گئی

تو میں اپنی بیٹی کو گھر بٹھالوں گا مگر یہ بات برداشت نہیں کروں گا کہ میری بیٹی پر کسی طوائف زادی کا سایہ بھی پڑے۔ طاہر کے باپ نے تنگ آکر اُسے گھر سے نکال دیا اور کاروبار بھی اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اُسے پیغام بھجوایا کہ اگر وہ اپنی اس روش سے باز نہ آیا تو اُسے عاق کردیا جائے گا مگر وہ جو کسی نے کہا ہے:

موت بھی کرتی نہیں قبول   کار کے نیچے آ کے دیکھ لیا
دل کی لگی کبھی بجھتی نہیں   فائر بریگیڈ بلا کے دیکھ لیا

طاہر نے کاروبار، بہن بھائی چھوڑ دیئے۔ گھر کا آرام تج کر کے تنگی ترشی کی زندگی برداشت کرلی۔ مگر اپنی ضد سے باز نہ آیا۔ ایک دن میں طاہر سے ملنے گیا۔ کہاں گھر کا عیش و آرام، والدین کی شفقت، بہن بھائیوں کا پیار، خلوص کے آثار اور کہاں سب کا رد کیا ہوا انسان۔ گھر والوں کی نفرت کا نشان۔ طاہر پریشان حال بیٹھا تھا۔ مگر اس کے دل و دماغ پر، وجدان میں ہر طرف وہی قتالہ ہوشربا چھائی ہوئی تھی۔ جوانی میں نوجوان کی رگوں میں بجائے خون کے شراب دوڑتی ہے۔ میں نے لاکھ سمجھانے کی کوشش کی۔ میری بات سنی اَن سنی کر کے مجھ سے کہنے لگا کہ ''آپ میرا ایک کام کریں۔ میرے ماں باپ کو علم نہیں ہے کوئی بھی نہیں جانتا کہ میں نے [illegible] سے نکاح کرلیا ہے۔ میں آپ کو اپنے نکاح نامے کی نقل دیتا ہوں۔ آپ یہ لے کر میرے ابو کے پاس جائیں، انہیں [illegible]۔ میں اس راستے پر اتنی دور آگیا ہوں کہ اب میرے لیے واپسی ناممکن ہے۔''

اور مجھے اس لمحے اپنے شہر کا وہ نوجوان یاد آتا رہا۔ جسے اس کے والدین نے اپنا آرام ترک کر کے، محنت مزدوری سے پالا پوسا، ماں نے اپنا زیور بیچ کر اسے ایم ایس سی کرائی، ملازمت کے قابل بنایا اور اس ''حنا'' کے مارے ہوئے ''عاصمہ'' زدہ لڑکے نے ماں باپ کی مرضی کے خلاف 'فارمسوٹیکل ریجنل لیبارٹری برڈ ورڈ روڈ لاہور میں اپنے ساتھ کام کرنے والی ایک لڑکی سے شادی کرلی اور شادی کے موقع پر ماں باپ کو بھی 'دوسرے لوگوں کی طرح صرف دعوتی کارڈ ارسال کیا' اس تحریر کے اضافے کے ساتھ کہ ''آپ آجائیں گے تو خوشی ہوگی' ورنہ میری شادی آپ کے بغیر بھی طے پا جائے گی۔ صد حیف کہ!

شہر میں آکر پڑھنے والے بھول گئے
کس کی ماں نے کتنا زیور بیچا تھا

طاہر کے ماں باپ کو جب اس کے نکاح کا علم ہوا۔ بہت سٹپٹائے مگر کچھ نہ کر پائے۔ ماں تو ماں ہی ہوتی ہے۔ بہنوں نے رو رو کر باپ کو مجبور کردیا کہ بھائی جب نکاح کر ہی بیٹھا ہے تو باقی کیا رہ گیا ہے۔ چھوڑیں! بھائی کی بات مان لیں۔ آخر باپ کو بھی جھکنا پڑا۔ بیٹا گھر آگیا اور پتہ چلا کہ جو لوگ اس شادی کی مخالفت میں پیش پیش تھے' وہ بارات میں سب سے آگے آگے تھے کہ

محبتوں کے سفر پہ سدا رواں رہنا
یہ زندگی کا تقاضا ہے خوش گماں رہنا

محمد عارف ایاز

لفظ ''بربریت'' یا ''سربریت''

ہمارے یہاں اردو زبان میں ایک لفظ ''بربریت'' کا بہت استعمال ہے۔ مثلاً کہیں ہم پڑھتے ہیں کہ ''کشمیریوں پر ظلم و بربریت کی انتہا ہوگئی۔'' کہیں اس کا کچھ استعمال ہوتا ہے' کہیں کچھ۔ مگر اس لفظ کی حقیقت اور معانی سے ہم واقف نہیں ہیں ورنہ اس کا استعمال نہ کرتے۔ آیئے! ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ ''بربریت'' ہے کیا؟

افریقہ کے ایک جنگجو قبیلے نے اسلام کی سچائی سے متاثر ہوکر دین اسلام قبول کرلیا' جس کے بعد تیزی سے دوسرے قبائل والوں نے بھی دین اسلام کو سمجھا اور اپنایا۔ وہاں کے یہ جنگجو قبائل ''بربر'' کہلاتے تھے۔ ان قبائل نے اسلام کی سربلندی اور ظلم و استعمار کے خاتمے کے لیے جواں مردی دکھائی۔ مغرب کو یعنی اسلام دشمن طاقتوں کو افریقہ میں اسلام کے غلبے سے بڑی تکلیف پہنچی۔ اس نے ایک سازش کے تحت بربر قبائل کو بدنام کرنے کے لیے لفظ بربر کو ''بربریت'' کا نام دے کر گالی بنا دیا۔ اور وحشی لوگوں کے لیے مغرب نے لفظ Barbarians کا استعمال شروع کردیا۔ اصل مقصد مسلمانوں کی جرأت، عظمت اور سربلندی کے حقائق کو مٹانے کی سازش تھی۔ ہم نے اس کو کامیاب بنانے کے لیے اس لفظ کو ظلم و ناانصافی جیسے معنوں میں لینا شروع کردیا۔ کیا اب بھی آپ اس لفظ کا استعمال کریں گے؟......نہیں ناں! پھر اس کی جگہ ہم کیا استعمال کریں تو سنیئے! آپ اس کی جگہ ''سربریت'' استعمال کریں، کیونکہ یورپی ملک سربیا کے سرب عیسائیوں نے بوسنیا کے مسلمانوں پر وہ ظلم توڑے ہیں کہ درندے بھی شرما جائیں۔ اس لیے ظلم و ستم کی صحیح علامت لفظ سربریت ہے۔

عمر فاروق ہارڈ ویئر اینڈ مل سٹور

عمارتی و صنعتی سامان، ہارڈ ویئر، پینٹس، ٹولز، بلڈنگ میٹریل

گورنمنٹ سے منظور شدہ کنڈے، باٹ و پیمانہ جات

صدر بازار، ڈیرہ غازی خان فون: 0641-462483

کتاب: ''بٹ صورتیاں'' — ساغر اقبالی

مصنف: محمد یونس بٹ

حاصل مطالعہ

○ قاضی صاحب اپنے اور جاوید اقبال کے والد سے متاثر ہیں۔ گرمی اور سردا بہت کھاتے ہیں۔ جنرل دوستم کو بھی جنرل دو۔ستم کہتے ہیں۔ مجاہد آدمی ہیں۔ کار سے بھی یوں نکلتے ہیں' جیسے مورچے سے نکل رہے ہوں۔ بلاشبہ وہ پاکستان کی مصلیٰ افواج کے سربراہ ہیں۔

○ مولانا نورانی میرٹھ میں پیدا ہوئے مگر پوچھو کہاں پیدا ہوئے تو کہیں گے ''گھر میں''۔ گلوری گلے میں یوں دباتے ہیں جیسے کلرک فائل دباتے ہیں۔ منہ ایسا کہ اس میں پان نہ ہو تب بھی لگتا ہے کہ ہے۔ انہیں دنیا کی ہر زبان آتی ہے جو نہیں آتی اُسے اہم نہیں سمجھتے۔ اردو تک یوں بولتے ہیں کہ ایک صاحب خربوزے بیچ رہے تھے۔ اُن سے پوچھا ''آپ عدداً بیچتے ہیں یا وزناً؟'' تو دکاندار نے کہا ''مولانا! میں خربوزے بیچتا ہوں۔'' بڑے بذلہ سنج اور بدلہ سنج ہیں۔ بھٹو مرحوم نے ایک دفعہ کہا ''آپ ایک شریف آدمی کی بات پر اعتبار کریں۔'' تو مولانا بولے ''آپ ایک شریف آدمی لے آئیں' میں اعتبار کرلوں گا۔'' موصوف کا گھر محلے میں ہے جبکہ سیاست دانوں کے گھر میں تو کئی محلے ہوتے ہیں۔ پوچھو! ''گھر سجانا ہو تو کیا کرتے ہیں......؟'' کہیں گے۔ ''خود آجاتا ہوں۔''

○ حقہ اور نوابزادہ صاحب اس قدر لازم و ملزوم ہیں کہ دونوں کی شخصیت ٹوپی کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ حقے کی نَے منہ میں یوں دبائے ہوئے ہوتے ہیں۔ جیسے مخالف کی گردن۔ وہ حکم عدولی برداشت کر لیتے ہیں' مگر حقہ عدولی نہیں۔ پرانی چیزیں دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ اس لیے کمرے میں شیشہ ضرور رکھتے ہیں۔

○ کوثر وہ شاعر ہیں جن کی وجہ سے ایک گھر میں طلاق ہوگئی۔ ایک میاں روز اپنی بیوی سے کہتا ''مجھے کوثر کا یہ شعر پسند ہے۔'' بیوی نے تنگ آکر کہا ''اگر تمہیں کوثر اتنی ہی اچھی لگتی ہے تو اسے لے آؤ' میں چلی!'' پیر پگاڑہ صاحب نے کہا ''مولانا کوثر نیازی اتنے ہی مولانا ہیں جتنے ہم پیر ہیں۔ اور ہم اتنے ہی پیر ہیں جتنے وہ مولانا ہیں۔'' شورش کاشمیری کے بقول ''بھٹو کی مردم شناسی دیکھیے' اطلاعات بہم پہنچانے والے کو اُنہوں نے مشیر اطلاعات بنادیا...... یہ علم کا وہ چشمہ ہیں جس میں حکمران غرارے کرتے رہے......'' کہتے ہیں ''صرف معیاری کتابیں پڑھتا ہوں۔'' ٹھیک کہتے ہیں' ہم نے کبھی انہیں اپنی لکھی ہوئی کتابیں پڑھتے نہیں دیکھا۔

○ کہتے ہیں پانی پینے والے شاعر کی شاعری زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہتی۔ اگر یہ ٹھیک ہے تو پھر یہ بھی غلط نہیں کہ شراب پینے

والا شاعر خود زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہتا۔

○ مرد اُس وقت مرتا ہے جب اُس کی نبض رک جائے اور عورت اُس وقت جب اُس کی زبان رکے۔

○ اطہر مسعود سرخی لگانے کے فن میں ماہر ہیں۔ اس کے انہیں کئی طریقے آتے ہیں۔ ہمیں تو بس ایک ہی طریقہ آتا ہے' وہ ہے سرخی ہونٹوں پر مَل لی جائے۔

○ پوری قوم نے اصغر خان کو ''شاہین'' کہا مگر حنیف رامے نہ کہتے' کسی نے وجہ پوچھی تو بولے ''میں جب اُسے شاہین کہہ کر بلاؤں' لوگ سمجھتے ہیں اپنی پہلی بیوی کو بلا رہا ہوں......'' جب فوج میں تھے تو ہمیشہ خطرناک کام سب سے پہلے خود کرتے۔ پھر جونیئرز کو اس کی اجازت دیتے۔ یہاں تک کہ شادی بھی پہلے خود کی...... کہتے ہیں ''ہر مصیبت کا سامنا مسکرا کر کرتا ہوں۔'' یہ بات انہوں نے بیگم مہناز رفیع کے سامنے کہی۔ انہیں اپنی پارٹی کے ہر کارکن کا نام آتا ہے۔ لیکن اس کی وجہ اُن کا حافظہ نہیں' کارکنوں کی تعداد ہے۔

○ مولانا عبدالستار نیازی' عورت کی حکمرانی کے حق میں نہیں۔ اگر ہوتے تو شادی شدہ ہوتے۔ فرماتے ہیں ''میری بیوی نہیں' اس لیے سارا وقت سیاست کو دیتا ہوں۔'' فخر امام صاحب کہتے ہیں ''میری بیوی ہے' اس لیے سارا وقت سیاست کو دیتا ہوں۔''

○ ڈاکٹر مبشر حسن پنجاب کی زنانہ آواز، عابدہ حسین پنجاب کی مردانہ آواز اور رامے صاحب پنجاب کی درمیانہ آواز ہیں۔ کہتے ہیں ''میں مڈل کلاس سے ہوں۔'' مڈل کلاس سے تو غلام حیدر وائیں صاحب تھے۔ رامے تو ایم اے ہیں۔ مصوری میں وہ ''پکاسو'' کی بیوہ ہیں۔ اُن کی پسندیدہ شخصیت اُن کی بیوی کا شوہر ہے۔ کافی اس قدر پسند ہے کہ صرف وہ چیز لیتے ہیں جو کافی ہو۔

○ میاں نواز شریف صنعت کار ہیں۔ یوں صنعت اور کار پر روانی سے بولتے ہیں۔ انہیں کرکٹ پسند ہے۔ کرکٹ میں کوئی فاؤل کہہ دے تو برا مان جاتے ہیں کہ کھیل میں ذاتیات پر نہیں اترنا چاہیے۔ دن میں کئی بار لباس بدلنے کی عادت ہے' یہ تب سے ہے جب ابھی وہ چند ماہ کے تھے۔ انہیں گالی دی جائے تو وہ لوٹاتے نہیں۔ جس کی وجہ پیپلز پارٹی یہ بتاتی ہے کہ بزنس مین ہیں' جو ملے گا' واپس نہیں کریں گے۔

○ شفیق سلیمی' دل کا مریض ہے۔ اس لیے ڈاکٹروں نے اسے ورزش کرنے اور عبدالعزیز خالد کی شاعری پڑھنے سے منع کیا ہوا ہے۔

○ اُس کے گھر میں دولت اتنی تھی کہ گنتی بھی نوٹوں پر یاد کی...... وہ سگریٹ خود خرید کر نہیں پیتا۔ کہتا ہے خود خرید کر پینے سے یہ زیادہ نقصان دہ ہوتے ہیں...... وہ خوش خوراک ہے۔ یعنی خوراک دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔

○ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں پر کتابیں اتاریں۔ کچھ ادیبوں کی کتابیں پڑھ کر تو لگتا ہے' شیطان نے بھی اپنے

برگزیدہ بندوں پر کتابیں اتاری ہیں۔ پہلے شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا تو شیطان بنا۔ اب اسے شیطان رہنے کے لیے' آدم کو روز سجدہ کرنا پڑتا ہے۔

○ کہتے ہیں جو عورت آپ کو اچھی لگے وہ خوبصورت اور جسے آپ اچھے لگیں' خوب سیرت ہوتی ہے۔

○ مہاجر حسین خود آگرے میں پیدا ہوئے اور وہاں سے کراچی میں آگرے۔ انہیں پناہ ملی' جہاں پناہ بن گئے۔ انہوں نے کراچی کو ریاست بنایا مگر اسے سمجھا خالدہ ریاست!

○ شکل وصورت ایسی کہ ٹی وی پر بچہ دیکھ لے تو بھاگ کر امی سے کہے کہ امی امی دیکھیں امرتسر کتنا کلیئر آرہا ہے...... اس کے مزاج شناس اسے اجمل نیازی کی بجائے...... جمل نیازی لکھتے ہیں۔

○ سید ضمیر جعفری جارہے ہوں تو لگتا ہے ''میٹرنٹی لیو'' پر جارہے ہیں۔ خود ایک قدم اٹھاتے ہیں تو پیٹ دو قدم۔ اس لیے تھوڑا سا بھی چلیں تو پیٹ تھک کر چور ہو جاتا ہے۔ چلتے ہوئے لگتا ہے' پیٹ کا تعاقب کررہے ہیں۔ سانس لینے کے لیے روزانہ پیٹ کو اتنا آگے پیچھے ہونا پڑتا ہے' جتنا ایک شادی شدہ کو سانس لینے کے لیے بیوی کے آگے پیچھے ہونا پڑتا ہے...... کرسی پر بیٹھ جائیں تو ساتھ کرسی بھی بیٹھ جاتی ہے...... غصہ نہیں کھاتے کہ بندہ اتنا غصہ نہیں کھاتا جتنا غصہ بندے کو کھا جاتا ہے...... وہ فوج میں اس لیے گئے کہ شروع ہی سے جنگ کے خلاف تھے...... کسی لفظ کا تلفظ غلط نہیں کیا۔ اگر کسی لفظ کا غلط تلفظ ادا کیا تو وہ لفظ ہے غلط!

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

چانن

اَکھیاں دی تحریرنوں پڑھناں
جس ویلے میں جان لیا
اوس سمے توں
ہر اک اپنا
جانن والا
بےگانہ جیا لگدا اے
اَن جانا جیا لگدا اے

مکتوبِ بخاری

بنام شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

''یا حبیبی''! السلام علیکم ورحمتہ اللہ

ہفتہ بھر پہلے' آپ کا مکتوب گرامی موصول ہوا۔ ساتھ میں عید کارڈ بھی۔ یہ لکھنے کی ضرورت نہیں کہ کتنی خوشی ہوئی۔ بس وہی بات ہے:

''سانبھ سانبھ رکھیاں نے تیریاں نشانیاں''

عید کارڈ کی عبارت اور ڈیزائن نے 'لفافے سے نکل کر' دل کے ایک خانے میں جگہ بنالی ہے۔ ''جیسے تصویر لگادے کوئی دیوار کے ساتھ'' گہرے تاریک پس منظر میں سے دمکتا (......اور 'مہکتا') نیلا گلاب اور اُس پر I'm Blue without you کا عنوان! ہاں! It really made me feel blue۔ یہ رنگ، یہ پھول، یہ نخادرے...... یہ بھی ایک دنیا ہے۔ احساسات اور اُن کے ابلاغ کی دنیا! یہاں میرے کمرے میں' ایک کیلنڈر ۱٤۲۳ھ (یہ میں نے ''مقامی رسم الخط'' میں 1423ء لکھا ہے) کا لٹکا ہے۔ سعودی عریبین ائیر لائنز' کا۔ شعبان/رمضان (نومبر) کے صفحے پر جو تصویر ہے' وہ زندگی کی ایک قیمتی متاع بن چکی ہے۔ بظاہر اس میں کچھ بھی نہیں مگر' نہیں بتایا جاسکتا کہ اس میں کیا کچھ ہے۔ سنیے! ایک مشکیزہ' ایک مٹی کا پیالہ (پانی سے بھرا ہوا!) اور تنکوں کی ایک چھوٹی سی ٹوکری کھجوروں سے بھری ہوئی۔ نیم تاریک پس منظر میں' کہیں اوپر سے کچھ روشنی' ان تینوں چیزوں پر یوں پڑرہی ہے کہ بوسیدہ چٹائی (بلکہ چادر) پر ان تینوں چیزوں کے سائے بھی واضح نظر آتے ہیں۔ ڈھلتی شام کا احساس' ایک اتھاہ گھمبیرتا کا احساس......صرف رنگ سے' روشنی سے اور سائے سے یوں پیدا ہوتا ہے کہ آدمی پلک جھپکنا بھول جائے۔ زندگی کی' تہذیب کی اور تاریخ کی کتنی ہی علامتیں' کتنی ہی حقیقتیں......اس تصویر میں دیکھتا اور پہچانتا ہوں!......روزانہ!

وہ میرے عید کارڈ کا یہاں سے ارسال نہ ہوسکنا' ایسا غیر متوقع ''سانحہ'' ہے کہ کیا عرض کروں؟ بے مروتی کا تو خیال بھی دل میں نہ لائیے گا' البتہ بدحواسی کے پورے نمبر دیے جانے چاہئیں۔ میں نے یہ 'بکھیڑا' خواہ مخواہ میں اتنا بڑھالیا کہ ''شراب سیخ پہ ڈالی' کباب شیشے میں'' والا معاملہ ہوا۔

ایک خط' یہاں پہنچتے ہی میں نے والدہ ماجدہ کے نام لکھا تھا۔ کچھ ابتدائی احوال کی تفصیلات لکھی تھیں۔ شاید صبیح الحسن نے آپ کو پڑھوایا ہو۔ الحمدللہ' مجموعی طور پر خیریت ہے۔ ''نقیب' اب مجھے ملا کرے گا۔ ''خطباتِ شورش'' کی طباعتی پیش رفت سے ہمیں بھی دلچسپی ہے۔ اللہ تعالیٰ آسان فرمائیں۔ یہاں میرے اوّلین میزبان' قاری علی زمان صاحب

تھے۔ یہ مانسہرہ کے ہیں۔ مہینہ بھران کا مہمان رہا۔ پھران کے بالکل قریب ایک سید صاحب سے کرایہ داری کا ساجھا ہوگیا۔ قاری صاحب ہی کے توسط سے! نام ہے ان کا حمید شاہ۔ (عبدالحمید شاہ کہیں تو وہ اس کی ''تصحیح'' کرتے ہیں)۔ بزرگ آدمی ہیں۔ بھلے آدمی ہیں۔ سترہ اٹھارہ سال سے یہاں ہیلتھ انسپکٹر ہیں۔ حیدرآباد دکن کے ہیں۔ قاری علی صاحب کے بچے سال میں دو چار ماہ کے لیے کبھی آجاتے ہیں ورنہ باقی ایام آزادی، خودی مختاری، خود انحصاری اور ''ذاتی سلامتی'' کے گوناگوں فوائد سمیٹنے میں گزرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ بس اتفاقاً ہی...... قاری صاحب کے یہاں انہی کے ہم قبیل لوگوں نے ایک ''حلقۂ طعام'' (Mess) تشکیل دے دیا ہے۔ ایک صاحب بلدیہ میں معاون انجینئر آب رسانی ہیں۔ ایک دوسرے صاحب موٹر مکینک ہیں۔ ایک اور صاحب مدرس قرآن ہیں۔ چوتھے حمید شاہ صاحب اور پانچویں قاری علی زمان! یہ سب شادی شدہ ''کنوارے'' ہیں۔ چھٹا یہ خاکسار...... روٹی بازار سے۔ سالن قاری علی صاحب کے ہاتھ کا پکا ہوا! حساب...... ماہ بماہ! شعر سنیے

لنگر سے روٹی لیتے ہیں پانی سبیل سے
اچھی گزر رہی ہے دلِ خود کفیل سے
دنیا مرے پڑوس میں آباد ہے مگر
میری دعا سلام نہیں اس ذلیل سے

جدہ میں محمد مختار علی اور عزیز الرحمٰن سنجرانی صاحب سے فون پر بات ہوتی رہتی ہے۔

یاد آیا...... آپ نے غالباً نئے سال (2003) میں 'مارچ تک' ملازمت سے کنارہ کشی تجویز کر رکھی تھی۔ کیا وہ ارادہ موجود و قائم ہے؟ اس سے آگے کی مشغولیت کیا ہوسکتی ہے؟ ضرور بتلایئے گا۔

برادرم ادیب الرحمٰن کو سلام! محمود صاحب کو بھی۔ ''عون اینڈ برادرز'' کیسے ہیں؟ دفتر میں پرویز صاحب اور دیگر احباب کو سلام عرض کر دیں۔

والسلام

محتاج دعا

ذوالکفل بخاری

أملج (سعودی عرب) یکم جنوری 2003ء

زبان میری ہے بات اُن کی

○ قائد لیگ پر قابض افراد نواز کے مالشیئے ہیں (میاں اظہر)

اور مالش کا سامان، آپ مہیا کرتے رہے

○ جمالی نے ''بریف کیس'' کے ذریعے نہیں، جمہوری طریقے سے اعتماد کا ووٹ حاصل کیا (بیرسٹر اورنگ زیب)

اس دفعہ سادگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ''بریف کیس'' نہیں ''تھیلے'' استعمال کیے گئے ہیں

○ مسلمانوں کا چرچ جانا اور عیسائیوں کو مسجد لانا سنت ہے۔ (طاہر القادری)

عیسائی بُرا ہے نہ مسلمان بُرا ہے
ظلم کرے جو انسان بُرا ہے

○ میری قائد ''بے نظیر'' ہیں۔ (راؤ سکندر وزیر دفاع)

کوئی شک نہیں!

○ یکم جنوری کو نئے سال کا آغاز مانتا ہی نہیں نیو ائیر کیا مناؤں؟ (نوابزادہ نصر اللہ خان)

خوش کیتا ای بابا جی!

○ اگر ''ن'' لیگ کا بھاری مینڈیٹ دو سال تک نہ چل سکا تو ''ق'' لیگ کا بھاری وزیر اعظم کب تک چلے گا؟ (راجہ انور)

رہے نام اللہ کا!

○ بی جے پی کی طرح مجلس عمل بھی انتہا پسند ہے۔ (فخر زمان)

کسی بھارتی کا دیا کھیان لگتا ہے۔

○ اب چور دروازے سے قیادت نہیں آئے گی۔ (چودھری شجاعت)

''جو آ چکی سو آ چکی!''

○ واشنگٹن: امریکی پادریوں کی ۴۴ ہزار راہباؤں سے زیادتی۔ (ایک خبر)

تقدیس انسانیت کے علمبردار عیسائیوں کا کردار!

○ صدر مشرف سے وردی اتارنے کا مطالبہ کرنا غیر شرعی ہے۔ (مفتی عبدالقوی)

ہم نشیں! قبض کی شکایت ہے ٹی جاتا ہوں پر نہیں آتی
پہلے آتی تھی گولی کھانے پر اب کسی بات پر نہیں آتی

O میں قوم پرست نہیں حُسن پرست ہوں۔ (پیر پگاڑو)

پیر صاحب! حسینوں سے فقط صاحب سلامت دور کی اچھی
نہ ان کی دوستی اچھی نہ ان کی دشمنی اچھی

O تل ابیب میں خودکش دھماکے۔۲۲ سے زائد ہلاک (ایک خبر)

''پریشاں کرنے والوں کو پریشاں ہم نے دیکھا ہے''

O مذہبی تنگ نظری ختم ہونی چاہیے۔ (روبینہ ترین)

''یعنی چھ سات مرد، دو چار عورتیں اور اِن کو کھلا ڈُلا ملنے دیں!''

O ایم ایم اے والوں کو ذرا سی بھی عقل ہوتی تو آج نقشہ کچھ اور ہوتا۔ (شیخ رشید)

خدا جب حسن دیتا ہے، نزاکت آ ہی جاتی ہے
قدم قدم پر رکتے ہیں، کمر بل کھا ہی جاتی ہے

O صحافی معاشرے کی آنکھ اور کان ہوتے ہیں۔ (اکبر علی بھٹی)

چاہے دُکھتے اور بہتے ہی کیوں نہ ہوں!

O جیالے، بھٹو کی سالگرہ کے کیک پر ٹوٹ پڑے، کرسیاں الٹا دیں۔ (ایک خبر)

اسی رج کے بھنگاں پیتیاں...... ہے جمالو......نالے کیک کھالو!

O پاکستان نے امریکہ سے جتنا تعاون کیا، اس کے ساتھ اتنا اچھا سلوک نہیں کیا گیا۔ (وزیر خارجہ خورشید محمود قصوری)

آپ کو اب خیال آیا ہے
لوگ پہلے بھی مسکرائے تھے

O مجھے خدشہ تھا، چور نعلین مبارک برطانیہ لے جائیں گے۔ (مفتی غلام سرور قادری)

عبا و جبہ و دستار بے ہنر ٹھہرے
ازل کے کور نظر آج دیدہ ور ٹھہرے

O ہم کسی کے لیے دعا کریں تو اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے۔ (عمران حیدر زیدی)

دامن کو ذرا دیکھ، ذرا بندِ قبا دیکھ!

حسنِ انتقاد

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا لازمی ہے

تبصرہ: ابوالادیب

کتاب: ''شرح شمائل ترمذی'' (جلد اوّل)

تصنیف: مولانا عبدالقیوم حقانی

قیمت: ۲۲۵ روپے/ ضخامت: ۶۴۰ صفحات/ ناشر: القاسم اکیڈمی' جامعہ ابوہریرہ' خالق آباد' نوشہرہ

امام ترمذیؒ نے ''شمائل ترمذی'' کے عنوان سے' رسول پاک ﷺ کی زندگی کی ہر ایک ادا کو ایک کتاب کی شکل میں محفوظ کر دیا ہے۔ جس میں آپ کے مبارک سراپا کی خوب خوب تصویر کشی کی گئی ہے۔ آپ کے خدوخال، قد وقامت، اعضاء مبارکہ کی کیفیت، بناوٹ کیسے تھی؟ بال مبارک کتنے سفید تھے؟ کہاں پر تھے؟ ان کے پیچ وتاب کیونکر تھے؟ آپ کنگھی کب اور کیسے فرماتے تھے؟ سرمہ کیسے استعمال کرتے تھے؟ آپ کا لباس کیسا تھا؟ نعلین مبارک کیسے تھے؟ انگوٹھی کیسی تھی؟ اس پر کیا نقش تھا؟ مہر نبوت کا حجم کتنا تھا اور کیسے تھا؟ سید المرسلین ﷺ کی تلوار، خود اور زرہ کیسے تھے؟ آپ بہاد کیسے کرتے تھے؟ آپ کی نشست گاہ اور تکیہ کیسا تھا؟ کھانا تناول فرمانے کی کیا کیفیت تھی۔ کون کون سے ماکولات ومشروبات آپ کو پسند تھے؟ کھانے کے بعد' آپ اپنے منعم حقیقی کا شکریہ کن الفاظ میں ادا فرماتے تھے۔؟

آپ کے استعمال کے برتن کیسے تھے؟ کون سی خوشبو آپ کو پسند تھی؟ آپ کی گفتار وکلام اور مزاح وخوش طبعی کیسے تھی؟ مسکراہٹ دلنواز کیسے تھی؟ قرأت قرآن کی کیفیت کیسے تھی؟ رات کو اپنے رب کے سامنے گریہ وزاری کیسے فرماتے تھے؟ آپ دنیا سے کس حالت میں رخصت ہوئے؟ کیا میراث چھوڑی اور کس کے لیے چھوڑی......؟ الغرض امام ترمذیؒ کا اُمت پر بہت بڑا احسان ہے۔

مولانا عبدالقیوم حقانی کا یہ کارنامہ ہے کہ انہوں نے ''شمائل ترمذیؒ'' کو آسان اور عام فہم اردو زبان میں منتقل کر دیا ہے۔ جس سے ہر تھوڑا پڑھا لکھا مسلمان بھی مستفید ہو سکتا ہے۔

کتاب: ''فلسفہ ارکان اسلامی''

تصنیف: قاضی غلام نبی اصغر

قیمت: ۳۲ روپے/ ضخامت: ۱۰۰ صفحات

ناشر: مکتبہ ارشد نزد جامع مسجد قاضیاں، جلال پور بھٹیاں (حافظ آباد) / ملنے کا پتا: مکتبہ رشیدیہ۔ ۲۵، لوئر مال روڈ۔ لاہور

مصنف نے اس بات کو محسوس کرتے ہوئے کہ مسلمانوں کی پسماندگی کا سبب دینی تعلیم کی کمی ہے۔ اس کتاب میں

دلائل سے ارکانِ اسلامی کی اہمیت واضح کی ہے۔ اور اس کی روح اور فلسفے کا ذکر کیا ہے۔ جو ان ارکان میں کارفرما ہے۔ ارکان اسلام، نماز، روزہ، زکوٰۃ کے ناموں سے تو مسلمان واقف ہیں مگر ان کے فرائض واجبات سے بالکل آگاہ نہیں ہیں۔ زیرنظر کتاب میں وضو، اذان، جماعت وغیرہ کی تفصیل بڑے سادہ اور دلنشیں انداز میں بیان کی گئی ہے۔ اور ان میں ہر رکن کے اجزاء کی ترتیب میں جو اللہ تعالیٰ نے حکمتیں پوشیدہ رکھی ہیں۔ ان کی بابت سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ کتاب کے آخر میں نماز کے تمام کلمات کا آسان ترجمہ بھی دیا گیا ہے۔ جس سے نمازی اپنے منہ سے نکلنے والے کلمات کے معانی و مطالب بھی ذہن نشین کرسکتا ہے۔ روزے کے بارے میں مصنف نے اس کے طبی اور سائنسی پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے مادی اور روحانی محاسن کا بالتفصیل ذکر کیا ہے اور زکوٰۃ، نماز تراویح اور صدقۂ فطر کی حکمتوں کو بڑے سادہ اور عام انداز میں تحریر کیا ہے۔

جریدہ: ماہنامہ ''نورٌعلی نور'' کراچی (''اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ نمبر'')

مدیر: مولانا عبدالرشید انصاری

شمارہ: دسمبر ۲۰۰۲ء (اشاعت خاص)

قیمت: ۳۰ روپے/ ضخامت: ۶۶ صفحات/ ملنے کا پتا: مسجد عائشہ صدیقہؓ، سیکٹر 11-B نارتھ۔ کراچی

زیر نظر پرچہ میں اُم المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و خصائل پر مشتمل مضامین جمع کیے گئے ہیں۔ جن میں ''صدیقۂ کائنات، حبیبۂ حبیب خداؐ'' (مولانا ضیاء القاسمیؒ) ''حضرت عائشہ صدیقہؓ کی فضیلت و بزرگی'' (مولانا فداء الرحمٰن درخواستی) ''اُمّ المومنین کا امت کے لیے تاریخ ساز کردار'' (سید سلیمان ندویؒ) ''باپ صدیق بیٹی صدیقہ'' (اقبال احمد صدیقی) ''درس گاہِ نبوت کی بے مثال طالبہ و معلّمہ (پروفیسر ریحان تبسم فاضلی) ''جگر گوشہ صدیق اکبرؓ'' (مولانا محمد شفیع) ''حبیبۂ حبیب خدا، مادرِ مومناں کی غریب پروری'' (پروفیسر انوار الحق انصاری) ''جن کے شوہر ہیں سید الابرار'' (حمیرا بنت امین) واقعی قابل داد ہیں۔ اُمّ المومنین حمیرہ صدیقہؓ کی زندگی کے قریباً ہر گوشے پر اس طرح کی معلومات اس سے پہلے شاید ہی ایک جگہ جمع کی گئی ہوں۔ فاضل مدیر مولانا عبدالرشید انصاری کی یہ کاوش قابلِ تحسین ہے۔

کتاب: ''آئین وراثت''

تصنیف: قاضی محمد زاہد الحسینی

قیمت: ۷۰ روپے/ ضخامت: ۱۵۳ صفحات/ ناشر: مکتبہ زاہدیہ، مکی مسجد، محلہ مکی مسجد، اٹک شہر

کاغذ سفید، پرنٹنگ عمدہ، خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ اپنے موضوع پر ایک مدلل کتاب تصنیف کی گئی ہے۔ جس میں حقوق وراثت اور اسلام، وراثت میں غلط اقدام کا عذاب، وارثوں کی پوری تلاش، وارثوں کی اقسام قرآن و سنت کی روشنی میں، غیر مسلموں کا آئین وراثت، تقسیم ترکہ اور اس کے طریقے وغیرہ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ وراثت کی تقسیم میں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ شرعی لحاظ سے جتنے جتنے اور جو جو وارث کسی ترکہ کے بنتے ہیں، انہیں

تلاش کر کے اُن کا حصہ اُن تک پہنچایا جائے۔ یہ نہیں کہ وارثوں میں کسی کو اس کے جائز حصے سے محروم کرنے کے لیے اور اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو زیادہ فائدہ پہنچانے کے لیے حیلے بہانے، کسی بڑے کو ساتھ لے جا کر اور یہ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے تجھے بہت زیادہ دیا ہے۔ اُسے اس کا جائز حق ادا نہ کیا جائے۔ ایسا وارث اللہ کے ہاں قابلِ مواخذہ ہے۔ قرآن حکیم اور جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشادات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ کسی وارث کو محروم کر دینا یا پورا حصہ نہ دینا بہت بڑا گناہ ہے۔ اس لیے نہ تو مرنے والے کو کسی وارث کا حق ضائع کرنا چاہیے اور نہ ہی وارثوں کو ایک دوسرے کا حق کھانا چاہیے...... ورنہ ساری کی ساری عبادتیں (نماز، روزہ، حج وغیرہ) ضائع ہو جانے کا خطرہ ہے۔

الغرض اس کتاب میں، قانون وراثت کے تمام اصول وکلیات نہایت صحت اور وضاحت کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب وکلاء، ججوں، محکمہ مال کے افسروں، لاء کالج کے طلباء اور عام مسلمانوں کے لیے بہت مفید ہے۔

کتاب: ''شاہراہِ عشق کے مسافر''

تحقیق وتدوین: محمد طاہر عبدالرزاق

قیمت: ۹۰ روپے/ضخامت: ۲۰۸ صفحات

ناشر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ ملتان/ ملنے کا پتا: علم وعرفان پبلشرز، ۳۴۔ اردو بازار لاہور

مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کے دعویٰ کے بعد اُمتِ مسلمہ کے بنیادی عقائد پر بڑی بے دردی سے وار کیا۔ اور اس نے رسول اکرم ﷺ کی ساری خصوصیات کو اپنے اوپر چسپاں کر لیا۔ اپنے مریدوں کو صحابہ کا درجہ دیا، اپنی بیوی کو ام المومنین کہا اور اپنے اوہام کو الہام کا نام دیا۔ اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے جن جن حضرات نے جدوجہد کی۔ گنتی کے چند دیوانے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق عطا فرمائی اور پھر ۱۹۵۳ء میں یہ عہدِ زریں اپنے عروج پہ پہنچ گیا۔ جب لاہور کی سڑکوں پر دس ہزار نفوس نے جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ یہ وہ لوگ تھے جن کی یاد مسلمانوں کے دلوں میں ہر وقت تازہ رہنی چاہیے۔

محمد طاہر عبدالرزاق نے ان صاحبانِ عشق ووفا کو ماضی کے گم گشتہ اوراق سے ڈھونڈ کر زیرِ نظر کتاب میں پھر زندہ کر دیا ہے۔

کتاب: ''ناموس محمد ﷺ کے پاسبان''

ترتیب وتحقیق: محمد طاہر عبدالرزاق

قیمت: ۹۰ روپے/ضخامت: ۲۰۸ صفحات

ناشر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ ملتان

زیرِ بحث کتاب، تاریخ تحفظ ختم نبوت سیریز کی تیرھویں کتاب ہے۔ اس میں مرتب نے اُن علماء وصلحاء کا تذکرہ کیا ہے، جنہوں نے عشق رسول ﷺ کی ایسی لازوال داستانیں رقم کیں۔ جسے وقت کی رفتار ہر روز مزید درخشاں کر دیتی ہے۔ کتاب میں ایسے روشن تذکار موجود ہیں، جن سے قاری کو حوصلہ ملتا ہے۔

مسلمانوں کے قبرستان میں قادیانی مردے کی تدفین اور اس کا اخراج

چیچہ وطنی (۷ر جنوری) دینی جماعتوں کے سخت احتجاج کے بعد چک نمبر 116/12-L کسووال کے مسلم قبرستان سے قادیانی مردے کو نکال دیا گیا جس کے بعد احتجاجی جلسہ فوری طور پر ختم کرنے کا اعلان کیا گیا۔ مردے کے ورثا نے منگل کو پانچ بجے علی الصبح پولیس تھانہ کسووال کی نگرانی میں نعش کو اپنی ملکیتی جگہ پر منتقل کر لیا۔ مجلس احرار اسلام کے مبلغ مولانا منظور احمد اور حافظ حبیب اللہ رشیدی بھی موقع پر موجود تھے۔ تفصیلات کے مطابق ۲۰ نومبر کو چک نمبر 116/12-L کے مسلم قبرستان میں مرزا ایوب نامی قادیانی کو دفنایا گیا۔ جس پر مجلس احرار اسلام نے کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے تمام مکاتب فکر اور رائے عامہ کو منظم کر کے احتجاج کیا اور سرکاری حکام کو تحریری درخواستوں کے علاوہ ملاقاتوں میں امتناع قادیانیت آرڈی نینس کی خلاف ورزی اور مسلم قبرستان کے تقدس کو مجروح کرنے سے پیدا شدہ صورت حال اور دینی حلقوں کی تشویش سے آگاہ کیا۔ ایس ایس پی سٹی ساہیوال، ڈسٹرکٹ سیشن جج ساہیوال، جوڈیشنل مجسٹریٹ چیچہ وطنی اور ایس ایچ او تھانہ کسووال نے عوام میں پیدا ہونے والے اشتعال اور قانون کی روشنی میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ قادیانی نعش کو کسی دوسری جگہ ٹرانسفر کر دیا جائے۔ اسی اثناء میں متوفی کے ورثا نے پولیس کو اطلاع دے کر نعش کو نکالنے کا خود انتظام کر لیا۔ تحریک ختم نبوت کی اس کامیابی کی خبر سب سے پہلے احرار رہنما عبداللطیف خالد چیمہ کو احرار کے دفتر میں دی گئی' جس کے بعد شہر بھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ جس احتجاجی مظاہرے کا اعلان کیا گیا تھا' مردہ نکالنے کی اطلاع کے بعد' وہ ''اظہارِ تشکر'' کے جلوس میں تبدیل کرنے کا اعلان کر دیا گیا۔ جلوس جامع مسجد سے شروع ہوا۔ جلوس پر امن طور پر جامع مسجد بازار اور اوکانوالہ روڈ سے ہوتا ہوا مین بازار کے راستے شہداء ختم نبوت چوک پہنچا۔ جلوس پر جگہ جگہ پھولوں کی پتیاں نچھاور کی گئیں۔ شہداء ختم نبوت چوک میں مرکزی انجمن تاجران کے صدر شیخ محمد حفیظ کی زیر صدارت منعقدہ جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے' عبداللطیف خالد چیمہ، جمعیت علماء اسلام کے مفتی محمد عثمان غنی، مولانا حبیب اللہ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مولانا عبدالحکیم نعمانی، جماعت اسلامی کے خان حق نواز خان ،مولانا عبدالباقی، مرکزی جمعیت اہلحدیث کے مولانا محمد اکرم ربانی، کالعدم سپاہ صحابہؓ کے حافظ محمد اسلم ،انجمن تحفظ حقوق شہریان کے شیخ عبدالغنی مولانا احمد ہاشمی، محمد عابد مسعود ڈوگر، ناصر نواز شیرازی، حافظ محبوب احمد، قاری عبدالرحمٰن نے کہا کہ سرکاری انتظامیہ نے بالآخر اس مسئلہ کو حل کر کے شہر کے امن کو خراب ہونے سے بچا لیا ہے۔ مقررین نے کہا کہ قادیانی صرف کافر نہیں بلکہ مرتد کی ذیل میں آتے ہیں اور اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کی روشنی میں حکومت ارتداد کی شرعی سزا نافذ کرے تاکہ قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیوں کا مؤثر تدارک ہو سکے۔ مقررین نے کہا کہ پنجاب کے عوام کسی قادیانی گورنر (طارق عزیز) کو ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔ مقررین نے کہا جس طرح عیسائیوں اور دیگر اقلیتوں کے الگ قبرستان ہیں اسی طرح حکومت ایسے انتظامات کرے اور قادیانیوں کو ایسی شرارت اور شرانگیزی سے باز رکھنے کے لیے عملداری کو یقینی بنائے۔ عبداللطیف خالد چیمہ نے قادیانی مردے کے انخلا کی مہم میں تعاون کرنے والے تمام مذہبی و سیاسی اور صحافتی حلقوں کا شکریہ ادا کیا۔

کیمیائی ہتھیاروں کے شواہد نہ ملنے کے باوجود عراق پر حملے کی تیاریاں عالمی دہشت گردی کی انتہا ہے

جنرل مشرف ہوش کے ناخن لیں، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کا حصہ نہ بنیں

ایف بی آئی کے چھاپے ملکی حالات کو کنٹرول سے باہر کر دیں گے

عالمی استبداد کے خلاف نبرد آزما قوتیں بالآخر فتح حاصل کریں گی

امریکہ گرتی معیشت کو سنبھالا دینے کے لیے عراقی تیل کے وسیع ذخائر پر قبضے کا خواہاں ہے

امریکہ میں پاکستانیوں کی رجسٹریشن، فرنٹ لائن سٹیٹ بننے کا ''صلہ'' ہے

موجودہ آزمائش میں مجلس احرار اسلام اپنا بھرپور کردار ادا کرے گی

مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں احرار رہنماؤں کا خطاب اور قرار دادیں

لاہور (۲۱ر جنوری) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ یہ وقت ہے کہ عالم اسلام امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے انسان دشمن رویّوں اور ظالمانہ کارروائیوں کے خلاف صف بندی کر لے اور اپنے حقوق کی جنگ کے لیے مسلمان اٹھ کھڑے ہوں۔ ظلم میں امریکہ کے ساتھ کھڑے ہونے والے انسانیت اور امن دونوں کے ازلی دشمن ہیں۔ عالمی استبداد کے خلاف نبرد آزما قوتیں بالآخر فتح حاصل کریں گی۔ وہ دفتر مرکزیہ میں مجلس احرار اسلام کی مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ کیمیائی ہتھیاروں کے شواہد نہ ملنے کے باوجود عراق پر حملے کی تیاریاں عالمی غنڈہ گردی اور دہشت گردی کی انتہا ہے، جس کا انجام بد آخر کار امریکہ کو بھی بھگتنا پڑے گا۔ انہوں نے کہا کہ جنرل مشرف ہوش کے ناخن لیں، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کا حصہ نہ بنیں۔

اجلاس میں چودھری ثناء اللہ بھٹہ، پروفیسر خالد شبیر احمد، سید محمد کفیل بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ، میاں محمد اویس، محمد عمر فاروق، ملک محمد یوسف، قاری محمد یوسف احرار، صوفی نذیر احمد، سید محمد یونس بخاری، چودھری محمد اکرام، مولانا عبدالنعیم نعمانی، مرزا محمد واصف اور محمد شاہد نے شرکت کی۔

مرکزی سیکریٹری جنرل پروفیسر خالد شبیر احمد نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ طویل قربانیوں کے بعد یہ خطۂ سرزمین اس لیے آزاد نہیں ہوا تھا کہ آزادی کے بعد اسے امریکن سامراج کے حوالے کر دیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ اگر بیرونی مداخلت اور ایف بی آئی کے چھاپے اسی طرح جاری رہے تو ملک کے اندر ایسے حالات پیدا ہو جائیں گے جو حکومت کے کنٹرول سے باہر ہوں گے۔

مرکزی سیکرٹری اطلاعات خالد چیمہ کے مطابق اجلاس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ ''عالم اسلام اور امریکی جارحیت'' کے عنوان سے ملک بھر میں اجتماعات کر کے رائے عامہ کو منظم کیا جائے گا اور اس آزمائش کے وقت مجلس احرار اپنا بھرپور کردار ادا کرے گی۔ اس سلسلہ میں پہلا مرکزی اجتماع ۴ر فروری کو لاہور میں منعقد ہوگا۔ جس میں مختلف سیاسی و دینی جماعتوں کے رہنماء خطاب کریں گے۔

اجلاس میں قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیوں پر تشویش کا اظہار کیا گیا اور قانون امتناع قادیانیت پر عمل درآمد کی صورتحال کو انتہائی غیر تسلی بخش قرار دیا گیا۔ اجلاس میں قرارداد منظور کی گئی کہ صدر کے سابق پرنسپل سیکرٹری اور سکہ بند قادیانی طارق عزیز کو سیکورٹی کونسل کا سیکرٹری بنانا نہ صرف قادیانیت نوازی کی بدترین مثال ہے بلکہ ملکی سیاست و اختیار کو قادیانیوں کے سپرد کرنے کے مترادف ہے۔ اجلاس نے فیصلہ کیا کہ تحریک تحفظِ ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے دس ہزار شہداء ختم نبوت کی یاد میں لاہور، کراچی، اسلام آباد سمیت ملک بھر میں ختم نبوت کانفرنسیں منعقد کی جائیں گی۔ جبکہ ۱۱، ۱۲ر ربیع الاوّل کو چناب نگر میں ''آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس'' منعقد ہوگی۔

اجلاس میں منظور کی گئی قرارداد میں کہا گیا کہ عراق پر بلا جواز امریکی جارحیت سراسر دہشت گردی کے مترادف ہے۔ عراق پر امریکہ کے متوقع حملے کے بھیانک نتائج برآمد ہوں گے اور پوری دنیا میں امریکی سامراج کے خلاف بڑھتی ہوئی نفرت کی لہر متحدہ ریاست ہائے امریکہ کے وفاق میں دراڑیں پیدا کرنے کا باعث بنے گی۔ امریکہ ایک طرف تیزی سے گرتی ہوئی ملکی معیشت کو سنبھالا دینے کے لیے عراقی تیل کے وسیع ذخائر پر قبضے کا خواہاں اور دوسری طرف دنیائے اسلام کی تباہی اور عیسائیت کے غلبے کا آرزومند ہے۔ موجودہ حالات امت مسلمہ کے لیے کڑی آزمائش ہیں۔ جن کا دلیرانہ مقابلہ عالم اسلام کے باہمی اشتراک واتحاد کے ذریعے ممکن ہے۔

ایک دوسری قرارداد میں کہا گیا کہ مجلس احرار اسلام عالمی سطح پر امریکہ کی خلاف اسلام سرگرمیوں اور حکمتِ عملیوں کی پرزور مذمت کرتی ہے، جس کی وجہ سے دنیا بھر کے مسلمانوں کی زندگی اجیرن ہو کے رہ گئی ہے۔ امریکہ کی ایسی پالیسیوں سے روز بروز دنیائے اسلام کے اضطراب میں بڑی شدت سے اضافہ ہو رہا ہے اور آج اس کے اپنے ملک کے اندر پاکستانیوں کو جبری رجسٹریشن کے عنوان سے گرفتاریوں اور ناروا پابندیوں کے ذریعے ستایا جا رہا ہے۔ پاکستانی بچے اور عورتیں بھی ان کی چیرہ دستیوں سے محفوظ نہیں ہیں۔ رفتہ رفتہ یہ سلسلہ یورپ میں بھی پھیلتا جا رہا ہے۔ جو ہر لحاظ سے مسلمانوں کے لیے پریشانی کا باعث ہے۔ یہ سب کچھ ''دہشت گردی'' کے خلاف فرنٹ لائن سٹیٹ بننے کا ''صلہ'' ہے۔ اجلاس میں مطالبہ کیا گیا کہ حکومت بیرونِ ممالک پاکستانیوں کی حفاظت کا اہتمام کرے کہ دستور کے مطابق حکومت اس کی ذمہ دار ہے۔

قافلۂ آخرت

○ مولانا محمد عبیداللہ رحمتہ اللہ علیہ: مولانا محمد عبیداللہ ۳۱رجولائی ۲۰۰۲ء کو اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے۔ مرحوم امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے معتقد اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمتہ اللہ علیہ کے شاگردِ رشید اور دیوبند کے فاضل تھے۔ مولانا محمد عبیداللہ مرحوم اولاً تبلیغی پرچم اٹھا کر نکلے مگر مولانا گل شیر کی شہادت (۱۹۴۰ء) نے انہیں احرار کا نقیب بنا دیا۔ ۱۹۵۳ء میں تحفظِ ختم نبوت کی تحریک میں ریاست بہاول پور میں ان کے ولولہ انگیز خطبات نے تہلکہ مچا دیا۔ جس کے نتیجے میں انہیں چھ ماہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ مرحوم کے بڑے صاحبزادے پروفیسر سیف اللہ خالد (گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور) پاکستان کے نامور نقاد، محقق اور شاعر کی حیثیت سے معروف ہیں۔ ان کی تحریروں میں حق گوئی و بے باکی کے عناصر ان کے ''احراری'' ہونے کا پتہ دیتے ہیں۔

○ مولانا عبدالقادر آزاد رحمہ اللہ: بادشاہی مسجد لاہور کے سابق خطیب مولانا عبدالقادر آزاد گزشتہ ماہ لاہور میں انتقال کر گئے۔

○ مولانا کرم الٰہی فاروقی رحمہ اللہ: ضلع وہاڑی کی معروف مذہبی شخصیت اور خطیب باغ والی مسجد وہاڑی گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔

○ حافظ محمد صدیق خان میواتی مرحوم: لاہور میں ہمارے کرم فرما شبیر احمد خان میواتی کے برادر بزرگ حافظ محمد صدیق خان میواتی ۶ رشوال ۱۴۲۳ھ کو جڑانوالہ میں انتقال کر گئے۔ مرحوم نہایت صالح اور متقی انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ذوق مطالعہ سے بھی خوب نوازا تھا۔

○ ناصر محمود تارڑ مرحوم: مجلس احرار اسلام مرید کے (ضلع شیخوپورہ) کے نوجوان مخلص کارکن ناصر محمود تارڑ ۲۶ر دسمبر ۲۰۰۲ء بروز جمعرات انتقال کر گئے۔ مرحوم حکیم محمد صدیق تارڑ رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند اور محترم علامہ خالد محمود تارڑ کے بھائی تھے۔

○ عزیز الرحمٰن چوہان مرحوم: مجلس احرار اسلام بستی مولویان (ضلع رحیم یار خان) کے رہنما اور مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن مولانا فقیر اللہ رحمانی کے بھتیجے اور مولوی نور اللہ صاحب کے جواں سال فرزند عزیز الرحمٰن ۲۸ر دسمبر ۲۰۰۲ء بروز ہفتہ خان پور کے قریب ٹریفک حادثہ میں انتقال کر گئے۔

○ پروفیسر جمیل احمد قریشی مرحوم: معروف ماہر تعلیم پروفیسر جمیل احمد قریشی (برادر بزرگ ڈاکٹر محمد یوسف قریشی) ۱۹ر جنوری کو ملتان میں وفات پا گئے۔

○ مہر گل محمد مرحوم: معروف ماہر تعلیم اور ہمارے مہربان مہر گل محمد مرحوم گزشتہ ماہ ملتان میں انتقال کر گئے۔ مرحوم کا تعلق سرائے سدھو ضلع خانیوال سے تھا۔ فروغِ تعلیم اور سماجی خدمات کے حوالے سے وہ ہمیشہ سرگرم رہے۔

○ نور محمد خان مرحوم: ملتان میں ہمارے قدیمی معاون اور مہربان' نور محمد خان ۳۰ر دسمبر ۲۰۰۲ء کو انتقال کر گئے۔

○ میاں مشتاق احمد دھنوتر مرحوم: مدرسہ معمورہ' معاویہ نگر (مہر پور' ضلع مظفر گڑھ) کے خصوصی معاون میاں مشتاق

احمد دھنوتر ۱۴؍رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ کوانتقال کر گئے۔ مرحوم میاں خورشید احمد اور میاں ظفر احمد کے بڑے بھائی تھے۔

○ حاجی سلیمان صدیقی مرحوم: مجلس احرار اسلام ملتان کے معاون حاجی سلیمان صدیقی یکم نومبر ۲۰۰۲ء کو طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے۔

○ حاجی رانا محمد شریف مرحوم: ملتان میں ہمارے معاونین رانا خالد محمود ایڈووکیٹ اور ڈاکٹر رانا محمد ارشد کے والد' رانا محمد شریف گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔

○ والدہ مرحومہ حاجی غلام رسول نیازی: مجلس احرار اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن حاجی غلام رسول نیازی کی والدہ ماجدہ اور حضرت صوفی عبدالرحیم نیازی مرحوم کی بیوہ ۲؍جنوری بروز جمعرات فیصل آباد میں انتقال کر گئیں۔

○ حافظ غلام رسول مرحوم: گزشتہ ماہ چیچہ وطنی میں' جماعت کے قدیم معاون حافظ غلام رسول انتقال کر گئے۔

○ حاجی محمد عمر مرحوم: چیچہ وطنی میں جماعت کے نوجوان رفیق حاجی محمد عمر صراف ۱۷؍جنوری کو انتقال کر گئے

○ میر غیاث الدین احمد مرحوم: چیچہ وطنی میں رضوان الدین احمد صدیقی کے عم زاد اور ہمارے مہربان میر غیاث الدین احمد گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔

○ حاجی محمد عبدالغنی مرحوم: لاہور میں ہمارے کرم فرما محترم میاں ریاض الحق فاروق (سُنی پبلشرز' لاہور) اور محترم ڈاکٹر محمد الیاس فیصل (مدینہ منورہ) کے والدِ محترم حاجی محمد عبدالغنی ۲؍جنوری کو انتقال کر گئے۔

○ چیچہ وطنی میں ہمارے رفیقِ فکر چودھری محمد اشرف کی پھوپھی صاحبہ ۲۱؍جنوری کو انتقال کر گئیں۔

○ ہمارے قدیمی مہربان قاری محمد ابراہیم صاحب (فیصل آباد) کے بھائی گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔

○ ڈیرہ اسماعیل خان میں ہمارے معاونین محترم محمد جاوید اعوان اور طارق اعوان کی والدہ ۲۹؍دسمبر ۲۰۰۲ء کو انتقال کر گئیں۔

○ مجلس احرار اسلام ڈیرہ اسماعیل خان کے نائب صدر محترم حافظ فتح محمد کے والد ۱۵؍جنوری ۲۰۰۳ء کو وفات پا گئے۔

قارئین سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین کے لیے دعاء مغفرت اور ایصالِ ثواب کا خصوصی اہتمام فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے! آمین۔ (ادارہ)

دعائے صحت

○ مجلس احرار اسلام ملتان کے کارکن محترم محمد عاطف کے چھوٹے بھائی محترم محمد اویس گردوں کے عارضہ میں مبتلا ہیں۔

○ محترم پروفیسر محمد اقبال خان میرانی (ماہڑہ' ضلع مظفر گڑھ) طویل عرصہ سے شدید علیل ہیں۔

قارئین سے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔ (ادارہ)

قرشی

جوھر جوشاندہ

قدرتی جڑی بوٹیوں سے بنا قرشی کا جوھر جوشاندہ فلو، نزلہ اور زکام کی کیفیت میں فوری آرام پہنچاتا ہے۔

ایلوپیتھک دواؤں کے مضر اثرات سے پاک، محفوظ و مؤثر جوھر جوشاندہ خاندان کے ہر فرد کے لیے یکساں مفید ہے۔

ایک کپ گرم پانی یا چائے میں ایک پیکٹ ملا کر استعمال کیجئے۔

فلو، نزلہ یا زکام پہنچائے فوری آرام

ڈسٹری بیوٹر: معاویہ ٹریڈرز جامع مسجد روڈ چیچہ وطنی۔ فون: 0445- 610953

الکتاب گرافکس کمپیوٹر پبلشنگ سسٹم عاتکہ پرنٹرز

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ہمیں طباعتی کام کا ادراک حاصل ہے اور معیار و دیانت داری کے اصول کو بنیاد بنا کر جدید ترین رنگین و سادہ چھپائی کیلئے ہماری خدمات حاضر ہیں۔

کتب | رسائل | میگزین | ماہنامے

عربی انگریزی اردو زبان میں جدید ترین کمپیوٹر سسٹم پر ڈیزائن اور طبع ہونے کا قابلِ اعتماد اہتمام موجود ہے۔

نیز برانڈڈ، ان برانڈڈ کمپیوٹر، مانیٹر، سیل اینڈ سروس اور انسٹالیشن کا کام تسلی بخش کیا جاتا ہے۔

الکتاب گرافکس کمپیوٹر پبلشنگ سسٹم عاتکہ پرنٹرز

E-mail:maisoon@paknet.com

پل شوالہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

Ph:061-584604

اعلیٰ پرنٹنگ و ڈیزائننگ کا بہترین مرکز

بہاء الحق پرنٹرز

4 کلر، جدید ترین پرنٹنگ اور کمپیوٹر آرٹ ڈیزائننگ کے لئے با اعتماد ادارہ

بہاء الحق پرنٹرز

پل شوالہ ملتان

فون: 0303-6669953

Al-Kitab Graphics Pul Shiwala o/s Bohar Gate Multan.Ph:061-584604